یادِ سہیل قریشی
مرتب
ڈاکٹر وسیم افتخار برہان پوری
ناشر
سینٹرل انڈین ہسٹورکل ریسرچ فاؤنڈیشن، گوالیار (ایم.پی.)

یادِ سہیل قریشی

مرتب

ڈاکٹر وسیم افتخار برہان پوری

ناشر

سنٹرل انڈین ہسٹوریکل ریسرچ فاؤنڈیشن، گوالیار (ایم۔ پی۔)

یادِ سہیل قریشی

مرتب

ڈاکٹر وسیم افتخار برہان پوری

نام کتاب	:	یادِ سہیل قریشی
مرتب	:	ڈاکٹر وسیم افتخار برہان پوری
تعداد	:	۵۰۰ر پانچ سو
صفحات	:	۹۲ر بانوے
قیمت	:	۵۰ر پچاس روپے
سن اشاعت	:	۲۰۱۷ء
کمپوزنگ/سرورق	:	خالق احمد قتیل
پروف ریڈنگ	:	شبانہ نکہت انصاری
طباعت	:	سوپر آفسیٹ پریس، گل مہر مارکیٹ، نزد غالب میدان، برہان پور۔ ایم. پی.
ناشر	:	سینٹرل انڈین ہسٹوریکل ریسرچ فاؤنڈیشن، گوالیار۔ ایم. پی.
رابطہ/ ملنے کا پتہ	:	سینٹرل انڈین ہسٹوریکل ریسرچ فاؤنڈیشن، ۴۹۔اے، جیواجی نگر نزد میوری اپارٹمنٹ تھاٹی پور، مرار، گوالیار۔ ایم. پی.
	:	قاسم قریشی بن سہیل قریشی، معرفت شاہینہ شہزاد، نزد کمپو عیدگاہ، لشکر، گوالیار۔ ایم. پی. 083599-23364

انتساب

فن کارانِ گوالیار

کے نام

فہرست

نمبرشمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
	مضامین		
(۱)	پیش لفظ	پروفیسر سنجے سورنکار	۷
(۲)	مقدمہ	ڈاکٹر وسیم انور	۱۲
(۳)	عرض مرتب	ڈاکٹر وسیم افتخار برہان پوری	۱۶
(۴)	قرارداد	انجمن ترقی اردو (ہند) گوالیار	۱۸
(۵)	اظہار تشکر	صبیحہ قریشی	۲۰
(۶)	میرے والد: ایک نظر میں	لاسم قریشی	۲۲
(۷)	مشفق ومہربان شخصیت: سہیل قریشی	شبانہ نکہت انصاری	۲۴
(۸)	یادِ سہیل قریشی	ڈاکٹر وسیم افتخار برہان پوری	۲۸
(۹)	الوداع خادم اردو	ڈاکٹر نصرت سلطانہ	۳۴
(۱۰)	آہ... سہیل قریشی	ڈاکٹر سجاد جعفری	۳۸
(۱۱)	جامع صفات شخصیت: سہیل احمد قریشی	ڈاکٹر گلناز قریشی	۴۰
(۱۲)	آہ! سہیل قریشی	رحمٰن ثاقب برہان پوری	۴۳
(۱۳)	سہیل قریشی... گوالیار کی اہم شخصیت	پروفیسر خلیل احمد انصاری	۴۵
(۱۴)	پرنسپل سہیل احمد قریشی	پروفیسر عبدالجمیل قریشی	۴۸
(۱۵)	یادِ حاجی سہیل احمد صاحب	حاجی عبدالحق	۵۴

(۱۶)	سہیل شخصیت: سہیل احمد قریشی	ڈاکٹر قمر گوالیاری	۵۶
(۱۷)	ہر دل عزیز شخصیت	شکیل گوالیاری	۶۲
(۱۸)	سہیل بھائی: چند یادیں کچھ باتیں	زیب النساء	۶۴
(۱۹)	گوالیار کا سہیل غروب ہو گیا	وقار صدیقی	۶۷

منظوم خراجِ عقیدت

(۲۰)	سہیل صاحب	عامر فاروقی	۷۴
(۲۱)	قطعہ	ڈاکٹر وجے کلیم	۷۶
(۲۲)	جذبات دل	ڈاکٹر قمر گوالیاری	۷۷
(۲۳)	قطعہ	قاسم رسا	۷۹

تاثرات

(۲۴)	نیاز محمد	۸۱
(۲۵)	آر.ایل.ساہو	۸۱
(۲۶)	ڈاکٹر کے.کے.تیواری	۸۲
(۲۷)	ناظم صدیقی	۸۲
(۲۸)	شوکت علی	۸۲
(۲۹)	شیخ عبدالغنی	۸۳
(۳۰)	ایڈوکیٹ عتیق اللہ خان	۸۳
(۳۱)	حاجی مصطفیٰ خان	۸۳
(۳۲)	ثناء اللہ خان	۸۴

(۳۳)	ڈاکٹر شبنم جاوید خان	۸۴
(۳۴)	کادمبری آریہ	۸۵
(۳۵)	شہناز سعید	۸۵
(۳۶)	ڈاکٹر محمد سعید قریشی	۸۶
(۳۷)	محمد عرفان قریشی	۸۶
(۳۸)	انجم آراء	۸۷
(۳۹)	سنیتی بیس	۸۷
(۴۰)	رشمی صبا	۸۷
(۴۱)	خالد کبریہ قدوسی	۸۸
(۴۲)	منیب کبریہ	۸۸
(۴۳)	پروفیسر سنجے سورنکار	۸۹
(۴۴)	اتل اجنبی	۸۹
(۴۵)	مدن موہن مشرا دانش	۹۰
(۴۶)	پردیپ چوبے	۹۱
(۴۷)	ہلال الدین احمد	۹۲

پیش لفظ

بڑا ہی مشکل ہوتا ہے، اپنے کسی خاص کو کھونے کے بعد، اس کی سہجی ہوئی یادوں کو کاغذ پر اُتارنا... یہ یادیں انسان کو اس قدر بے چین کرتی ہیں کہ کئی بار یادوں کی اُٹھتی ہوئی موجوں کو کنارہ اور سہارا ملنا مشکل ہوتا ہے۔ مرحوم سہیل قریشی بھی ایسی ہی ایک شخصیت تھے، جن کی یادوں کو ایک جگہ سمیٹنا، اتنا ہی مشکل کام ہے، جیسا کہ دریا کو کوزے میں بند کرنا۔ ڈاکٹر وسیم افتخار انصاری نے اس مشکل کام کا بیڑا اُٹھایا اور اسے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

''یادِ سہیل قریشی'' ایک ایسی کتاب ہے، جو سہیل صاحب کی زندگی اور اُن کی سماجی، علمی، تعلیمی، ثقافتی خدمات کا ایک مثالی تحفہ ہونے کے ساتھ ساتھ دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف گوالیار بلکہ اردو دنیا کے سامنے ایک ایسی روایت قائم کرتی ہے، جو قابل ستائش بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔ اس طرح کی روایت عام طور پر اردو دنیا میں خال خال ہی ملتی ہیں۔ اس لحاظ سے اس کتاب کا قارئین کے ہاتھوں تک پہنچنا، بے شک لائق تعریف و تحسین کام ہے اور ایک نیک قدم بھی...

''یادِ سہیل قریشی'' صرف اور صرف سفید و سیاہ کا ایک مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایک شخصیت کے متعلق بڑی ہی سنجیدگی سے معلومات، مضامین، تاثرات اور

منظوم خراجِ عقیدت کو یک جا کر کے مرتب نے سلیقے سے کتابی روپ دیا ہے۔

منظوم خراجِ عقیدت کے تحت کئی تخلیق کاروں نے سہیل صاحب کی شخصیت اور خدمات پر اپنی تخلیقات پیش کی ہیں ۔ اِن میں عامر فاروقی اور ڈاکٹر وجے کلیم صاحب کی منظوم خراجِ عقیدت مؤثر اور قابلِ تحسین ہیں۔ اِن دونوں ہی شعراء نے سہیل صاحب کے ساتھ کافی عرصے تک کام کیا ہے اور ان دونوں کی تخلیقات میں سہیل صاحب سے کافی قرابت بھی دکھائی دیتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ عامر فاروقی نے سہیل صاحب کو '' کہکشانِ وفا ، سخاوتوں کا امام اور محبتوں کا پتا '' جیسے القاب سے نوازا ہے۔ دوسری طرف وجے کلیم انہیں '' مؤنسِ اردو '' تسلیم کرتے ہیں۔

'' یادِ سہیل قریشی '' ۱۵ر سے زیادہ قلم کاروں کے مضامین سے مزین ہے۔ اِن میں شبانہ نکہت انصاری، ڈاکٹر وسیم افتخار انصاری، ڈاکٹر گل ناز قریشی، پروفیسر عبدالجمیل قریشی ،ڈاکٹر قمر گوالیاری، شکیل گوالیاری، جناب وقار صدیقی وغیرہ نے اپنے اپنے مضامین میں سہیل قریشی کی شخصیت کے تمام اہم پہلوؤں پر بھرپور روشنی ڈالنے کی بہترین کوشش کی ہے۔ پروفیسر عبدالجمیل قریشی نے اپنے مضمون میں خاص طور پر سہیل صاحب کی زندگی، شخصیت اور خدمات کا ایسا خاکہ پیش کیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبدالجمیل ۔ کے سہیل صاحب کے ساتھ تعلّقات پرانے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سہیل صاحب کی تمام خدمات تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں، جو حضرات سہیل صاحب سے ذاتی طور پر واقف رہے ہیں، وہ جانتے

ہیں کہ سہیل صاحب ایک اچھے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ سماجی طور پر ایک بڑے مددگار شخص بھی تھے۔

کتاب کے مطالعے کے بعد پہلی بار میں اس بات سے روبرو ہوا کہ گوالیار کی تاریخ میں سبھاش چندر بوس کی ''آزاد ہند فوج'' کا ذکر ہونا چاہیئے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سہیل صاحب کے ایک اور قریبی مقبول احمد خاں آزاد ہند فوج کے ایک سپاہی تھے اور انہوں نے سیکنڈ لیفٹننٹ کے طور پر آئی.این.اے. میں کام کیا تھا۔ہمیں یہ جان کر زیادہ خوشی ہوئی کہ انہیں مقبول احمد خاں کی سہیل صاحب کو صحبت میسر ہوئی تھی۔یہ ممکن ہے کہ آزادی کی لڑائی کے قصے بچپن میں سہیل صاحب نے سنے تھے۔اور اِن کا اُن کی شخصیت پر بھی گہرا اثر پڑا تھا۔

گوالیار کے مسلم سماج میں چاہے وقف بورڈ کا کام ہو یا پھر مسجد، مدرسے اور قبرستانوں سے جڑا کوئی مسئلہ ہو۔سہیل قریشی بڑھ چڑھ ان مسائل کو سلجھانے میں مشغول رہتے تھے۔اس کام میں پروفیسر عبدالجمیل قریشی اُن کے ساتھ ہوتے تھے۔یہاں تک کہ ان دونوں حضرات کا نام مسجد و قبرستان مشہور ہو گیا تھا لیکن سہیل صاحب پر ان سب باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ تاعمر سماجی، ادبی اور مذہبی انجمنوں کے ساتھ جڑ کر اپنی خدمات پیش کرتے رہے۔وقار صدیقی صاحب اور سہیل صاحب کے تعلّقات گوالیار میں کمیونسٹ خیالات کو آگے بڑھانے میں مددگار ثابت ہوئے اور اس کا یہ اثر بھی دکھائی دیتا ہے کہ ایک لمبے عرصے تک سہیل قریشی صاحب نے گوالیار میں کئی ایسے قومی جلسوں کا انعقاد کیا، جس سے یہاں کا ماحول ہمیشہ بھائی چارے اور

اتحاد کا رہا۔ ان کے ذریعے ہر سال ہونے والا عید میلاد النبی کا جلسہ آج بھی لوگوں کی زبان پر رہتا ہے۔

سہیل قریشی نے اردو زبان کی ترقی کے لئے بر ہمیش ایسی کوششیں کیں، جس سے گوالیار میں اردو زبان کو سیکھنے کی چاہت لوگوں میں اُجاگر ہوتی رہی۔ کے. آر. جی. کالج کے شعبۂ اردو کے صدر ڈاکٹر اختر نظمی کے ساتھ ان کے مراسم ایک جان دو قالب کے تھے۔ اور اس کا ہی اثر تھا کہ انہوں نے کے. آر. جی. کالج کے باہر اردو زبان کے فروغ کا بیڑا اٹھایا۔ یہی نہیں آپ کے گھر میں ہی اردو کے دو اساتذہ موجود ہیں۔ ایک اُن کی اہلیہ اور دوسری اُن کی بھانجی۔

سہیل صاحب بے شک اَب ہمارے بیچ نہیں رہے لیکن ہم یقین کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اُن کی شخصیت اور خدمات انہیں گوالیار کے نہ صرف مسلم سماج میں بلکہ ہندو سماج میں بھی زندہ رکھے گی۔ میں انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی میں یادِ سہیل قریشی کے مرتب ڈاکٹر وسیم افتخار انصاری برہان پوری (جو فی الحال کے. آر. جی. کالج گوالیار کے صدر شعبۂ اردو ہیں اور گوالیار میں اردو زبان وادب کو فروغ دینے اور اسے اعلیٰ تعلیم اور تحقیق کے میدان میں ترقی کی منزلیں فراہم کرانے میں بڑی ہی مستعدی کے ساتھ اپنے کام کو انجام دے رہے ہیں) کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے ذریعے نہ صرف سہیل قریشی صاحب کی یادوں کو سہیجا ہے بلکہ اردو دنیا اور خصوصاً گوالیار میں اس روایت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ سینٹرل انڈین ہسٹورکل ریسرچ فاؤنڈیشن، گوالیار۔ ایم. پی. کتاب ''یادِ سہیل قریشی'' کی اشاعت کر رہا ہے اور اردو زبان و ادب کی ترقی کے لئے معاون ثابت ہو رہا ہے۔

پروفیسر سنجے سورنکار
ڈائریکٹر
سینٹرل انڈین ہسٹورکل ریسرچ فاؤنڈیشن
گوالیار۔ ایم. پی.
sswarnkar2@gmail.com
093011-1637

مقدمہ

شخصیت کی تشکیل و تکمیل میں داخلی اور خارجی عناصر و محرکات کارفرما ہوتے ہیں۔گھر کا ماحول، تہذیبی پس منظر، سیاسی اور سماجی فضا، تعلیم اور نفسیاتی سطح پر بہت سے شعوری اور غیر شعوری اثرات جو فرد کو متاثر کرتے ہیں، شخصیت کے اجزاء میں شامل ہو جاتے ہیں۔

ہر شخص اپنی زندگی کا سفر اپنے انداز سے طے کرتا ہے، پھر عہد و ماحول کے اثرات اسے اپنی من پسند شکل دینے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور شخص کی مرضی کا دخل تقریباً نہ کے برابر رہ جاتا ہے۔

مختصراً شخصیت اپنے عہد و ماحول کی پیداوار ہوتی ہے۔شخصی پسند و ناپسند اور رد و قبول انفرادی شناخت قائم کرتے ہیں۔اسے تاریخی اور ارتقائی نظریے کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔

سہیل احمد قریشی گوالیار میں آباد ایک تعلیم یافتہ مسلم خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ان کی پیدائش آزادی سے چند برس قبل غلام ہندوستان میں ہوئی۔بچپن میں آزادی، تقسیم ہند، ہجرت اور فرقہ وارانہ فسادات کے قصے سنے۔آس پاس مفلسی و ناداری ہنستی کھیلتی نظر آئی۔مجبوریاں اور پریشانیاں قدم قدم پر راہ روکے کھڑی ہوئی تھیں۔ایک معصوم ذہن و دل پر براہ راست اور بالواسطہ طور پر جو اثرات مرتب

ہوئے، وہ شخصیت کے اجزاء میں شامل ہوتے گئے۔

سائنس سے گریجویشن کے بعد ملازمت کا سلسلہ شروع ہوا۔ سہیل صاحب نے اپنے مزاج سے مطابقت رکھنے والا پیشہ درس و تدریس اختیار کیا۔ سماجی خدمت گزاری کا جذبہ ورثے میں ملا تھا۔ دوست احباب کا ایسا حلقہ بنا کہ سماجی خدمت کے ساتھ ساتھ اردو کے عشق نے شدت اختیار کی اور وہ بھی عاشقین اردو کی صف میں شامل ہو گئے۔ اردو سے ایم.اے.کی سند حاصل کی اور اردو لکچرر کی ذمے داری بھی قبول کرتے ہوئے درس و تدریس کے فرائض کامیابی کے ساتھ انجام دے کر ہائی اسکول پرنسپل کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔

سہیل قریشی صاحب نہ صرف ادب نواز اور سخن فہم تھے بلکہ گوالیار کی تہذیب اور تاریخ کے گواہ بھی تھے۔ وہ اردو زبان و ادب کی خدمت میں زندگی کے آخری لمحات تک سرگرم عمل رہے۔ اردو کی تعلیم کے مسائل ہوں یا مردم شماری میں مادری زبان کے خانے میں اردو لکھوانے کی تحریک، انجمن ترقی اردو کی سرگرمیاں ہوں یا ادبی جلسوں کا اہتمام، مختلف ادبی تنظیموں کی نشستوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور اردو کی ترقی کے ہر کام میں کوشاں رہتے تھے۔

آزادیٔ ہند کے بعد کا زمانہ اردو پر بہت سخت گزرا۔ بیسویں صدی کی چھٹی اور ساتویں دہائی میں اردو پر شدید حملے ہوئے۔ اس ماحول میں عاشقین اردو نے مجاہدین اردو کا کردار نبھایا۔ گوالیار میں اردو کی شمع روشن رکھنے والوں میں اپنے احباب کے

ساتھ سہیل قریشی بھی پیش پیش رہے۔

سہیل قریشی صاحب مذہب اسلام پر پختہ یقین رکھتے تھے۔صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔اس کے ساتھ ساتھ مذہبی انجمنوں کے فعال رکن کی حیثیت سے بھی کئی اہم کام سرانجام دیئے،جن میں سیرت کمیٹی گوالیار اور ضلع وقف کمیٹی گوالیار میں کیے گئے کام ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔

سہیل صاحب کے احباب کی فہرست بہت طویل ہے۔اس میں ہر طرح اور ہر مکتب فکر کے لوگ شامل تھے۔کانگریسی ، گاندھی وادی،سوشلسٹ اور کمیونسٹ سب ہی ان کے دوست احباب تھے اور ان کی فعالیت کی وجہ سے اپنے نظریے سے قریب سمجھتے تھے۔البتہ فرقہ پرست جماعتوں سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کبھی جھکتے نہیں تھے۔اس لیے اکثر لوگ ان کی سیاسی بصیرت اور سماجی شعور کے قائل ہو جایا کرتے تھے۔

سہیل احمد قریشی صاحب ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔وہ ایک طرف بہترین استاد تھے،دوسری طرف سماجی و سیاسی میدان میں بھی اپنی مستحکم شناخت رکھتے تھے۔کہا جاتا ہے کہ ادیب تصوراتی دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے۔سہیل صاحب حقیقی دنیا کے باشندے تھے،جو کچھ سامنے آتا گیا،کرتے گئے۔وہ شاعر نہیں تھے لیکن ان کی پوری زندگی ایک خوب صورت غزل ہے۔وہ افسانہ نگار نہیں تھے لیکن وہ خود کئی افسانوں کے ہیرو ہیں۔ان کی زندگی ایک بہترین ناول ہے،جس میں کئی

اتار چڑھاؤ ہیں لیکن ناول کا مقصد اور تعلیم صرف اور صرف اصلاح اور ترقی ہے۔

موت صرف جسم تک محدود ہے ...! انسان موت کے بعد بھی اپنے کارناموں کی وجہ سے زندہ رہتا ہے اور اگر کسی فرد کی فکر و نظر صالح و تعمیری ہو تو پھر اس کی موت کیا معنی رکھتی ہے۔ سہیل احمد قریشی ان ہی شخصیات میں شامل ہیں، جن کے کارنامے انھیں ہمیشہ زندہ جاوید رکھیں گے۔

ڈاکٹر وسیم انور

شعبۂ اردو فارسی

ڈاکٹر ہری سنگھ گور سینٹرل یونیورسٹی

ساگر۔ایم.پی.　9301316075

عرض مرتب

سماجی خدمت گار ، بے لوث خادم اردو ،انجمن ترقی اردو(ہند)شاخ گوالیار کے جنرل سکریٹری، گوالیار کی صد سالہ تنظیم ' بزم اردو ' کے(۱۹۹۲ءتا ۲۰۰۲ء) کے سابق سکریٹری، گوالیار کی مختلف ادبی و سماجی تنظیموں کے سکریٹری و سابق سکریٹری ، بہترین مدرس، کامیاب پرنسپل ، سچے ناظم مشاعرہ ، انسان دوست ، شریعت کے پروردہ ، طریقت کے دل دادہ اور میرے کرم فرما، محسن و مربی ،الحاج سہیل احمد قریشی صاحب جواہر لال نہرو کینسر اسپتال، بھوپال میں تقریباً ایک ماہ زیر علاج رہ کر ۲/جولائی ۲۰۱۷ء بروز اتوار کو صبح سویرے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ مرحوم کی عمر ۷۳/سال ۲/ماہ ۲۶/دن کی تھی ۔اُن کی خدمات کا دائرہ وسیع ہے ۔ادب ،سماج اور زندگی کے مختلف شعبوں سے وابستہ اُن کے کاموں کی ایک طویل فہرست ہے۔اس کتاب کے ذریعے اُن کے کاموں، کارناموں اور خدمات کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اُن کے انتقال سے گوالیار کے سماجی اور ادبی شعبے میں جو خلاء پیدا ہوا ہے، اُس کی تلافی بہت جلد ممکن نہیں...! اُن کے انتقال کے بعد گوالیار میں تعزیتی نشستوں اور خراج عقیدت کی محافل کا ایک سلسلہ چل رہا ہے۔اَب تک اُن کی یاد میں تقریباً تین پروگرام منعقد ہو چکے ہیں ۔اس سلسلے میں سب سے پہلے انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ گوالیار کی جانب سے سہیل قریشی کے انتقال کے چند روز بعد (۹/جولائی ۲۰۱۷ء بروز اتوار) موصوف ہی کے دولت کدے پر ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی تھی، اس میں

ایک قرارداد بھی پاس کی گئی تھی، اسے بھی کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ بزمِ اردو کی ماہانہ شعری نشست (۲۳؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز اتوار) بھی سہیل صاحب ہی سے منسوب تھی۔ ۶؍اگست ۲۰۱۷ء بروز اتوار الحراء ایجوکیشن فاؤنڈیشن، گوالیار کی جانب سے کلاؤ ییکا، پڑاؤ گوالیار میں "یادِ سہیل قریشی" کے عنوان سے بڑے پیمانے پر ایک تقریب منعقد ہوئی تھی۔

مذکورہ تقاریب اور پروگرام میں جو منظوم خراجِ عقیدت، تاثرات، مضامین و مقالات پیش کئے گئے، اسے کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے کچھ قلم کاروں سے مضامین و مقالات بھی تحریر کروائے گئے۔ چند حضرات نے ای میل واٹس اپ وغیرہ کے ذریعے مضامین اور تاثرات ارسال کئے۔ نیز سہیل صاحب کے چند متعلقین سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے بعد اُن کے تاثرات قلم بند کئے ہیں۔ غرض کہ اس قلیل مدت میں موصوف کے متعلق مواد یکجا کرنے کی ہر ممکن سعی کی گئی ہے۔ اس کتاب کے ذریعے ایک روایت قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شخصیات سے شہر، شہروں سے علاقے اور علاقوں سے مراکز روشن ہیں۔ اسی سے اردو زبان و ادب کا گلستاں سرسبز و شاداب ہے۔ خدا کرے کہ ادب کی ہر شمع روشن رہے۔ آمین

ڈاکٹر وسیم افتخار برہان پوری

صدر شعبۂ اردو

گورنمنٹ کملا راجا گرلس پی. جی. آٹونامس کالج

گوالیار۔ مدھیہ پردیش 098273-33039

انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ گوالیار

۹؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز اتوار

تعزیتی نشست بروفات سہیل قریشی

قرارداد

سہیل احمد قریشی کی شخصیت قوسِ قزح کی طرح خوبیوں اور صلاحیتوں کی حامل تھی۔ خدا نے اُن کی ذات کو کئی صفات کا مجموعہ بنایا۔ وہ بیک وقت صلاحی وفلاحی کارکن تھے۔ گورنمنٹ ہائی اسکول کے پرنسپل تھے۔ وقت کے نہایت پابند تھے۔ سماجی خدمت گار تھے۔ کئی ادبی وسماجی تنظیموں کے سکریٹری تھے۔ اردو دوست تھے۔ زبان و ادب کی خدمت کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہتے تھے۔ ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۲ء تک ”بزمِ اردو“ گوالیار کے فعال سکریٹری رہے۔ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ گوالیار کے جنرل سکریٹری تھے۔ تادمِ مرگ اسی عہدے پر فائز رہتے ہوئے اردو کی نشرواشاعت کے لئے بے پناہ خدمات انجام دیتے رہے۔ سماجی تنظیموں کے جلسوں انجمن اور بزمِ اردو کی نشستوں اور محفلوں میں اکثر نظامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ بہترین اور متوازن ناظم تھے۔ افسوس کہ ۲؍جولائی ۲۰۱۷ء کو وہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اُن کے انتقال سے انجمن نے ایک فعال سکریٹری کو کھو دیا ہے۔ انجمن چاہتی ہے کہ مستقبل قریب میں موصوف کی حیات، شخصیت اور خدمات پر ایک سمینار کا انعقاد کرے۔ گوالیار کی ادبی وسماجی تنظیموں سے بھی اپیل کرتی ہے کہ سہیل احمد قریشی

کی یاد میں جلسے منعقد کریں تا کہ اُن کی شخصیت، خدمات اور کارنامے عوام کے سامنے آسکیں۔ اگر کوئی تنظیم کتاب شائع کرنا چاہتی ہے تو انجمن کے تمام اراکین اس نیک قدم پر استقبال کرتے ہوئے ہر ممکن امداد کے خواہاں رہیں گے۔

انجمن اور اس کے اراکین سہیل احمد قریشی کے خاندان اور متعلقین کے غم میں برابر شریک ہیں۔ دعا کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل... آمین

دست خط	دست خط	دست خط
سرپرست	صدر	نائب صدر
وقار صدیقی	عامر فاروقی	ڈاکٹر وسیم افتخار انصاری

دست خط

اراکین وحاضرین

شکیل گوالیاری، ڈاکٹر قمر گوالیاری، ڈاکٹر وجے کلیم، ناظم صدیقی، نیاز محمد، ڈاکٹر کے۔کے۔ تیواری، شیخ عبدالغنی، آر۔ ایل۔ ساہو، حاجی مصطفیٰ خان، شوکت علی، ڈاکٹر گل ناز اسلام قریشی، سابق مدرسہ زیب النساء، مدرسہ انجم آراء، شبانہ نکہت انصاری، ڈاکٹر شبنم جاوید خان، پروفیسر سنجے سورنکار وغیرہ

اظہار تشکّر

الفاظ: علم، احساس اور جذبات کو سمجھنے، سمجھانے اور محسوس کرنے، کرانے کا سب سے خوب صورت ذریعہ ہیں۔ الفاظ کا صحیح انتخاب انہیں مؤثر بناتا ہے۔ اگر یہ الفاظ ادیب وشاعر اور ذمے دار لوگوں کے قلم سے نکلے ہوں تو انہیں محفوظ کرنا، ہماری ذمے داری بھی ہے۔ انہیں محفوظ رکھنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کو کتاب کی شکل دے دی جائے۔ اس سے وہ الفاظ اور اُن میں پوشیدہ جذبات زندہ رہ جاتے ہیں۔

میرے سرتاج سہیل احمد قریشی صاحب زندگی بھر تعلیم کے فروغ کے لئے جدو جہد کرتے رہے۔ مسلمانوں میں تعلیمی بیداری لانے کے لئے وہ وقار صدیقی صاحب کے ساتھ برسوں سے کام کررہے تھے۔ میرے شوہر میں جوش، جذبہ اور احساس شدید تھا۔ خواب وقار صدیقی صاحب دیکھتے اور یہ آگے بڑھ کر اُس کی تعبیر پیش کرنے کے لئے کوششیں کرتے تھے۔ بڑے ہی مہذب تھے۔ بڑوں کی دل سے عزت کرتے اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آتے تھے۔ بچوں کی تربیت میں خاص دلچسپی لیتے، اُٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، بزرگوں کا احترام، محفل کے آداب اور ہر طرح کا طور طریقہ، سلیقہ اور آداب ہزار مصروفیت کے باوجود اپنے بچوں کو بڑی شفقت سے سکھایا۔ مسلمانوں میں تعلیمی بیداری لانے کے لئے وہ زندگی کے آخری لمحے تک کوششیں کرتے رہے۔ اس مہم اور تحریک کو تازہ رکھنے کے لئے سمینار، کانفرنس، تقاریر اور جشن عید میلاد النبیؐ کے ذریعے ایسے موضوعات رکھتے کہ کسی طرح اس تحریک میں تیزی آئے اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں کافی حد تک کامیابی بھی عطا کی۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ سماجی کاموں میں بھی اپنی قوت صرف کرتے تھے۔ اِن سب باتوں کا علم تو مجھے تھا ہی، مگر جس گہرائی اور تفصیل کے ساتھ اُن کے کاموں اور کارناموں پر، اُن کے ساتھیوں، ہم دردوں، شاعروں اور ادیبوں نے روشنی ڈالی ہے، اس سے کافی حد تک ایک واضح تصویر سامنے آگئی ہے۔ کیوں کہ ایک شخص کسی ایک مقام پر اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ موجود نہیں رہتا ہے۔ اس کتاب کے ذریعے اُن کی پوری زندگی کا عکس نمایاں ہوگیا ہے۔

میں تمام شاعروں، ادیبوں، تاثرات بیان کرنے والوں کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میرے بڑے فرزند تسمیر قریشی، بیٹی نازلی، داماد شارق صدیقی اور چھوٹے فرزند لاسم قریشی بھی سب کے ممنوں ہیں۔ میں شکر گزار ہوں کہ سبھی لکھنے والوں نے جس خلوص اور محبّت کے ساتھ اپنے تاثرات بیان کئے ہیں، اسے پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس کارواں کو وہ لے کر چلے تھے، وہ اُسی شان اور اہتمام کے ساتھ چلتا رہے گا۔

آخر میں کتاب کے مرتب ڈاکٹر وسیم افتخار انصاری صاحب کی بے حد ممنوں ہوں کہ انہوں نے دن، رات جس شدت، محنت، لگن کے ساتھ کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، یہ کتاب اُن کا میرے شوہر کے ایصال ثواب کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ اللہ وسیم صاحب کو صحت وتندرستی کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے اور دونوں جہان کی عافیت عطا کرے۔ آمین

صبیحہ قریشی

میرے والد: ایک نظر میں

نام	:	سہیل احمد قریشی
والد	:	شہزاد احمد قریشی
والدہ	:	سکندر بیگم
ولادت	:	۶/جون ۱۹۴۴ء
مقام ولادت	:	لشکر، گوالیار۔ مدھیہ پردیش
تعلیم	:	بی۔ایس۔سی (بائیو سائنس) ۱۹۶۶ء جیواجی یونیورسٹی، گوالیار
	:	ایل ایل۔بی۔ ۱۹۶۸ء جیواجی یونیورسٹی، گوالیار
	:	ادیب کامل جامعہ اردو علی گڑھ
	:	بی۔ایڈ۔ ۱۹۷۲ء جیواجی یونیورسٹی، گوالیار
	:	ایم۔اے۔اردو ۱۹۹۷ء جیواجی یونیورسٹی، گوالیار
تدریس	:	ٹیچر (سائنس) اعزازی ٹیچر (اردو)
	:	صدر مدرس (ہیڈ ماسٹر)
	:	اے۔ڈی۔آئی۔
	:	پرنسپل ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۸ء تقریباً دو سال
مؤظف	:	۳۰/جون ۲۰۰۸ء
نکاح و شادی	:	یکم مئی ۱۹۸۰ء
شریک حیات	:	صبیحہ قریشی
اولاد	:	تین (دو فرزند اور ایک صاحب زادی)

: تسمیر قریشی

: نازلی (زوجہ شارق صدیقی)

: لاسم قریشی

حج بیت اللہ : ۲۰۱۳ء

ادبی تنظیمیں :سکریٹری، بزمِ اردو ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۲ء تک

:انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ گوالیار تادمِ مرگ سکریٹری

:نگراں، جامعہ اردو علی گڑھ، سینٹر گوالیار

سماجی تنظیمیں :ضلع وقف بورڈ کمیٹی

:سیرت کمیٹی، گوالیار۔ مدھیہ پردیش

:انجمن تہذیب واتحاد، گوالیار۔ مدھیہ پردیش

:انجمن فلاحِ عام، گوالیار۔ مدھیہ پردیش

:الحراء ایجوکیشن فاؤنڈیشن، گوالیار۔ مدھیہ پردیش

:انجمن خدمتِ عام، گوالیار۔ مدھیہ پردیش

جلسے اور تقاریب :بزمِ اردو کی ماہانہ نشستیں اور سالانہ مشاعرے

:انجمن ترقی اردو شاخ گوالیار کی ماہانہ نشستیں اور ادبی محفلیں

:انجمن فلاحِ عام کے جلسے

:سیرت کمیٹی، گوالیار کا سالانہ جشنِ عیدملادالنبیؐ کا جلسہ

:خدمتِ عام کے سمینار

نظامت :مذکورہ تمام ادبی، سماجی تقریبوں اور محفلوں کی نظامت

لاسم قریشی

مشفق و مہربان شخصیت: سہیل قریشی

آج (۶راگست ۲۰۱۷ء بروز اتوار) کی یہ شام مرحوم سہیل قریشی کے نام سے منسوب ہے۔اُن کی یاد میں بطور خراجِ عقیدت یہ محفل منعقد کی گئی ہے۔آج وہ بھلی شخصیت ہمارے درمیان موجود تو نہیں ہے،لیکن اُن کی باتیں ،اُن کی یادیں ہمارے دِلوں میں زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گی۔کیوں کہ

جانے والے کبھی نہیں آتے

جانے والوں کی یاد آتی ہے

مَیں سمجھتی ہوں ،ایسے لوگ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں،جن کے اس دنیا میں نہ رہنے پر بھی دنیا انہیں بہترین یادوں کے ساتھ یاد کرے۔

سہیل قریشی صاحِب نہایت شریف ،نہایت ایکٹیو،خوش مزاج،ملن سار،ہم درداور سیماب صفت شخصیت کے مالک تھے۔بڑوں ،بزرگوں کا احترام، چھوٹوں کی بڑی عزت کیا کرتے اور اُن کے ساتھ شفقت سے پیش آتے تھے۔مَیں سہیل قریشی صاحِب کی زندگی کے آخری ایک سال سے آشنا ہوں لیکن یہ ایک سال برسوں کی آشنائی معلوم ہوتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم موصوف کے مکان کے بالکل سامنے والے مکان میں رہتے ہیں۔

سہیل صاحب کئی خوبیوں کے مالک تھے۔اُن کی دیگر خوبیوں میں ایک

اہم خوبی وقت کی پابندی تھی۔ یہ خوبی اُن کے شب وروز کے معمول میں شامل تھی۔ نماز کے پابند تھے۔ تہجد گزار تھے۔ علی الصبح چار بجے بیدار ہو جاتے۔ روزانہ فجر کی اذان سے کچھ پہلے، درمیان یا اذان کے فوراً بعد اُن کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اُن کی وقت کی پابندی پر کسی بھی موسم کا اثر نہیں تھا۔ چاہے کتنی ہی سردی ہو، گرمی ہو یا برسات ، موصوف کا یہی معمول تھا۔ فجر کے چند گھنٹے بعد پھر دروازے کے کھلنے کی آواز آتی، جس سے ہمیں اندازہ ہو جاتا کہ صبح کے آٹھ بجنے والے ہیں اور سہیل صاحب اسکول کے لئے روانہ ہونے والے ہیں۔ گویا دروازے کی آہٹ سے ہمیں بغیر گھڑی دیکھے وقت کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ وقت کے ایسے پابند تھے سہیل صاحب...

مرحوم اکثر کسی بھی مسئلے کو لے کر مشورتاً ہمارے گھر ڈاکٹر صاحب (وسیم افتخار انصاری) کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ حالاں کہ ہر مسئلے کا حل اُن کے پاس موجود ہوتا تھا، لیکن موصوف مشورے کو برکت سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ جب بھی وہ حسر تشریف لاتے ، ہمیشہ میرے شوہر کو انصاری صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ مَیں اُن ن اس خوبی سے بہت متاثر ہوتی تھی کہ وہ اپنی عمر سے چھوٹے لوگوں کے ساتھ بھی کتنے ادب سے پیش آتے ہیں۔ بچوں (اشمل رضوان اور حارث اخلاص) کے سلام کرنے پر بڑی شفقت سے جواب دیتے، اُن کے اخلاق سے نہایت خوش ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔ گویا سیکڑوں میل کی دوری پر مجھے اپنے بزرگوں کی سی

شفقت میسر ہوتی تھی۔ مجھے تو گویا اپنی بیٹی کی طرح مانتے تھے۔

ہم جب یہاں (برہان پور سے) گوالیار آئے تو بچوں کے ایڈمیشن کو لے کر بڑی تشویش تھی۔کون سی اسکول بچوں کی تعلیم کے لئے بہتر ہوگی اور کہاں ہم بچوں کا داخلہ کروائیں؟اس کا حل سہیل صاحب نے نکالا ،مشورہ دیا کہ لٹل اینجل اسکول میں داخلہ کروالیجئے۔سہیل صاحب بات کہہ کر یا مشورہ دے کر بھول جانے والوں میں سے نہیں تھے۔انہوں نے نہ صرف مشورہ دیا ، بلکہ ہر قدم پر ساتھ ساتھ رہے اور انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے بچے مذکورہ اسکول میں زیرِ تعلیم ہیں۔اُن کا یہ احسان کیسے بھلایا جا سکے گا۔

سہیل صاحب کے اور کئی احسانات ہیں۔ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔میرے شوہر (ڈاکٹر نسیم افتخار انصاری) کا یہاں گوالیار میں ایکسیڈینٹ ہوگیا۔ حادثے کے بعد پنجوں میں اندرونی چوٹ لگنے کے سبب وہ چلنے پھرنے سے بھی قاصر تھے۔ بڑی مشکل گھڑی تھی۔رات کا وقت تھا۔دواخانے بند ہو چکے تھے۔ایسے نازک موقع پر ایک اجنبی شہر میں نئے لوگوں کا بھلا کون پرسانِ حال ہوتا ہے۔سہیل صاحب اس مشکل گھڑی میں فرشتہ صفت انسان بن کر کرم فرما ہوئے۔ایک مشفق و مہربان والد کی طرح ہمارے درد میں ہم درد بنے ، ہر موقع پر بھرپور امداد کی۔ ڈاکٹر... ہاسپٹل... ایکسرے... پلاسٹر...دوا...وغیرہ ہر قدم پر مکرم و مہربان رہے۔

مجھے بے انتہا رنج ہوا، جب مَیں نے برہان پور میں اپنے شوہر سے موبائل

فون پر اس نیک طینت شخص کے انتقال کی اندوہ ناک خبر سنی۔ تھوڑی دیر سکتہ کی حالت میں رہی۔ لیکن پھر جیسا کہ اس دنیا کا نظام ہے، کہ جو بھی دنیا میں آیا ہے ، اسے ایک نہ ایک دن اپنے مالک کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ ہمیں بھی ایک دن اس فانی دنیا کو الوداع کہنا ہے۔

کُلُّ نَفسٍ ذَائِقَۃُ المَوت

موت سے کس کو رست گاری ہے
آج ان کی تو کل ہماری باری ہے

غرض کہ اس دنیا میں شب و روز لوگوں کے پیدا ہونے اور مرنے کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ مگر ایسے اشخاص جو اپنی زندگی میں کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں۔ وہ بظاہر ، جسمانی طور پر اس دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں۔ لیکن اپنے کاموں اور کارناموں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ ایسے ہی اشخاص میں سہیل قریشی صاحب بھی تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے...آمین

شبانہ نکہت انصاری

شعبۂ اردو
گورنمنٹ کملا راجا گرلس پی۔ جی۔ کالج
گوالیار۔ ایم۔ پی۔

یادِ سہیل قریشی

یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے۔ یہاں کی ہر شئے آنی جانی ہے۔ جو بنا ہے، اسے ہر حال میں فنا ہونا ہے۔ کسی کو یہاں پایۂ ثبات نہیں...! اگر کچھ باقی رہ جاتا ہے تو اس کا فن ، اس کی خدمات اور اس کی یادیں... جسے لوگ سینے میں محفوظ رکھتے ہیں اور پھر یہ روایت موقع بہ موقع نکل کر ، سینہ بہ سینہ چل کر تاریخ کا حصہ بن جاتی ہے۔

تاریخ ایک ایسا آئینہ ہے، جس میں زندہ قومیں اپنے ماضی کی تصویریں دیکھتی ہیں اور مستقبل کے خواب بنتی ہیں۔ جب بھی تاریخ کے اوراق پلٹے جاتے ہیں، سہیل قریشی صاحب اور ان کے جیسے بے شمار اشخاص کی قربانیاں ، خدمات اور عرق ریز کاوشات سے نئی نسلیں فیض اٹھاتی ہیں۔ اپنے مقصد اور مستقبل کی طرف گام زن ہوتی ہیں۔

سہیل صاحب کے انتقال کی خبر سن کر یقین کرنا مشکل تھا۔ ایک جاں باز، جاں سوز، وعدے کا پختہ، کردار کا دھنی، ارادوں کا بلند، دل غنی اور سیماب صفت شخص کیسے اتنی جلدی اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر سکتا ہے۔ بس...ایک سرد آہ کہ

آہ...وہی چراغ بجھا جس کی لَو قیامت تھی

سہیل قریشی صاحب بڑے ہی خوش مزاج ، ملن سار ، وقت اور روزہ، نماز کے نہایت پابند شخص تھے۔ بڑی باوضع اور باوضو شخصیت کے مالک تھے، جو وعدہ

کرتے ، اسے وقت پر پورا کرتے ، جو ذمے داری قبول کرتے ،اسے ہر صورت حال میں تکمیل تک پہنچاتے اور جو ذمے داری انہیں سپرد کی جاتی ،اسے بحسن وخوبی نبھاتے تھے۔

اردو سے بڑی دل چسپی تھی۔گوالیار کی ہر ادبی محفل میں شریک ہوتے ۔نہ صرف شرکت کرتے بلکہ اسے سجانے ،سنوارنے ،نکھارنے اور کامیاب بنانے کی ہر ممکن کوششیں کرتے تھے۔گویا گوالیار کی ادبی محفلوں کو اُن کی ضرورت ہوتی تھی اور موصوف کی کم زوری کہ اردو کی بقاء، ترقی اور توسیع چاہتے تھے۔

شہر گوالیار کی تاریخ میں جس قدر اہمیت قلعۂ گوالیار کو حاصل ہے ، سو سال پرانی ادبی تنظیم ' بزم اردو ' بھی یہاں کی ادبی تاریخ میں وہی اہمیت رکھتی ہے۔ سہیل صاحب مذکورہ بزم کے نہایت فعال رکن تھے۔وہ اس بزم کے ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۲ء تک سکریٹری رہے۔ماہانہ نشستوں اور سالانہ مشاعروں کی نظامت کے فرائض بھی بحسن وخوبی نبھاتے رہے۔ نظامت میں اعتدال وتوازن برقرار رکھتے ہوئے ، شاعر کا مختصر تعارف اس طرح پیش کرتے کہ اس کی اکثر خوبیاں چند معنیٰ خیز جملوں میں سمٹ آتیں۔خاص طور پر نو آمدہ شعراء کو ایسے حوصلہ افزا کلمات سے نوازتے تھے کہ اس کی روح میں تازگی وتوانائی، ترقی کا اشتیاق اور آگے بڑھنے کی جستجو بیدار ہو جاتی تھی۔اُن کی نظامت کے فیضان اور سکریٹری شپ کی نشستوں کی برکت سے اردو کے دو(۲) ہندو شعراء مدن موہن دانش اور اٹل اجنبی سرزمین گوالیار سے اردو

دنیا میں وارد ہوئے، جن کے چاہنے والے نہ صرف شہر، ملک بلکہ بیرونِ ملک تک پھیلے ہوئے ہیں۔

سہیل صاحب اردو کی ترقی وتوسیع اورنشرواشاعت کے لئے جس طرح کوششیں اور کاوشیں کررہے تھے۔اس سے اُن کی اردو سے حد درجہ بڑھی ہوئی جنونی دل چسپی کا پتہ چلتا ہے۔بند ہوچکی اردو اسکولوں کو دوبارہ دوسرے علاقے میں زندہ کرنے کی مہم، بند ہونے والی اردو اسکولوں کو زندگی دینے کی تحریک جیسی کاوشات واقعی لائق ستائش اور قابل تحسین ہیں۔

سہیل صاحب کی اردو دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ بارہویں جماعت میں زیرتعلیم طالبات کو اسکولوں میں جاکر اردو کی اہمیت و افادیت بتاتے اور جو طالبات بی.اے.کرنا چاہتیں، انہیں ایک مضمون اردو لینے کی ترغیب دیتے۔اس کے علاوہ جو طالبات بی.اے. یا گریجویشن کرنے کے بعد تعلیمی سلسلہ منقطع کردیتیں، اُن کے گھر جاکر ذمے داروں کو رضامند کرتے، طالبات کو حوصلہ دیتے اور انہیں ایم.اے.اردو کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ایسی دیوانگی اب کہاں ملے گی۔

ڈاکٹر اختر نظمی جس زمانے میں بزمِ اردو کے صدر کے عہدے پر فائز تھے۔اس بزم میں خصوصی دل چسپی لیتے تھے اور سہیل قریشی، اختر نظمی کے اہم دوستوں میں سے تھے۔دونوں نے مل کر بزم اردو کو تاریخی حیثیت عطا کرنے میں بڑی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ڈاکٹر اختر نظمی کے انتقال کے بعد ان کی یاد میں ایک

اسکول قائم کیا، جو آج بھی جاری ہے۔ وہ وقار صدیقی صاحب کے مشورے پر ڈاکٹر اختر نظمی کی حیات، شخصیت، خدمات اور فن پر پی ایچ .ڈی بھی کرنا چاہتے تھے لیکن اُن کی از حد بڑھی ہوئی مصروفیات نے انہیں مہلت نہیں بخشی۔ پھر انہوں نے اپنی بھانجی ڈاکٹر گل ناز اسلام قریشی کے ذریعے اپنے اس خواب کی تکمیل کی۔ غرض کہ جس مقصد کا قصد کرتے، بیڑا اٹھاتے، عزم و حوصلے کے ساتھ اسے پایہ تکمیل کو پہنچاتے تھے۔

گذشتہ چند سالوں سے وقار صدیقی صاحب کے ساتھ مرحوم رضا قریشی کا کلام جمع کرنے، کتابت کے مراحل سے نکال کر اشاعت کی روشنائی کے لئے تیار کر چکے تھے۔ اسی طرح گوالیار ہی کے ایک مرحوم شاعر وقار قریشی کا کلام بھی جمع کر رہے تھے۔ افسوس اُن کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

وہ اپنوں کے محسن و مربی تھے۔ غیروں کے مشفق تھے۔ میرا تبادلہ گورنمنٹ مہارانی لکشمی بائی گرلس پی .جی. کالج، اندور سے ۲؍ جولائی ۲۰۱۵ء کو گورنمنٹ کملا راجا [illegible] پی .جی. آٹو نامس کالج، گوالیار ہوا۔ سہیل صاحب مجھے ایک مشفق و مہربان شخص [illegible] میں ملے۔ اُن کے ساتھ گذارے اوقات اور ان کے احسانات کو یاد کرتے [illegible] نتیجہ منھ کو آتا ہے۔ وہ ہم درد، وہ غم گسار، سماجی خدمت گار نہ رہا۔ دوسروں کے غم میں [illegible]، خوشیوں سے فرحاں، اردو کے فروغ میں کوشاں، اس کی ترقی اور بقاء کے [illegible] خاموشی سے کوششیں کرنے والے نہایت فعال، سچے خادمِ اردو بلکہ مجاہدِ اردو کی موت انتہائی رنج و غم اور افسوس کا باعث ہے۔

إنّا لِلّٰہِ وَإنّا إلیہِ رَاجِعُون

سہیل صاحب کا دائرۂ کار کافی بڑا تھا۔ضلع وقف بورڈ کمیٹی ،سیرت کمیٹی ، انجمن تہذیب واتحاد،انجمن فلاحِ عام،انجمن ترقی اردو(ہند)شاخ گوالیار، بزم اردو ،الحراء ایجوکیشن فاؤنڈیشن وغیرہ۔غرض کہ ان کی خدمات کا کینواس وسیع وعریض اور پھیلا ہوا تھا۔ پورا سماج...اور سماج کی بہتری سے جڑیں ساری باتیں ،ان کے معمول اور شب وروز میں شامل تھیں۔گویا ایک عظیم مقصد کی تحصیل میں ان کی زندگی بسر ہوئی۔

وہ انسانی زندگی کے مسائل کو سمجھتے تھے اور اس کا حل چاہتے تھے۔انہیں انسانی زندگی کے مصائب و آلام اور غموں کو خوشیوں میں تبدیل کرنے میں شادمانی اور دلی سکون حاصل ہوتا تھا۔تعصب سے پاک ...ایسے فقیر اور ایسے قلندر اس غرض پرست دنیا میں خال خال ہی ملتے ہیں۔شاد عظیم آبادی کے مطابق ؎

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں ،نایاب ہیں ہم
جو یاد نہ آئے بھول کے پھر اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم

سہیل صاحب گھر میں، خاندان میں اور عزیز و اقارب میں 'شہنشاہ' سے موسوم اور مشہور تھے۔لیکن صحیح معنوں میں وہ شہنشاہ تھے اور نہ بادشاہ۔وہ قلندر تھے۔فقیر تھے۔دل کے امیر تھے۔صاحب بے نظیر تھے۔ ایک وزیر تھے ، جو بادشاہوں اور شہنشاہوں کو ذہن عطا کرتا ہے۔انہیں شعور علم اور شعور فن کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔اگر انسانیت ایک مذہب ہے تو وہ انسانیت کے صوفی تھے۔وہ ایسے

دل جلے ، ایسے روشن دل اور روشن چراغ تھے ، جس سے دوسروں کو روشنی ملتی تھی۔علامہ سیماب اکبرآبادی نے ایسے ہی اشخاص کے لئے فرمایا :

تمہاری بزم میں گرمی کا یہ عالم کہاں ہوتا
اگر ہم دل جلے اس بزم میں شامل نہیں ہوتے

سہیل صاحب نہ تو شاعر تھے۔نہ ادیب اور نہ خطیب تھے۔ان سب کے باوجود وہ سب کچھ تھے۔بلکہ نظم ونثر کی انتہا اور اس کی مدوح سے واقف تھے۔وہ جانتے تھے کہ بڑی شاعری اور بڑا ادب انسانی فلاح و بہبود چاہتا ہے۔اس لئے انہوں نے سماجی صلاح وفلاح کو اپنی زندگی کا محور ، مقصد اور مشن بنالیا تھا۔یقیناً وہ اس مقصد میں کامیاب رہے۔

ڈاکٹر وسیم افتخار برہان پوری
صدر شعبۂ اردو
گورنمنٹ کملا راجا گرلس پی.جی.کالج
گوالیار۔ایم.پی.

الوداع خادمِ اردو

یادش بخیر! ۳۰راگست ۲۰۱۰ءکو گورنمنٹ کملا راجا گرلس پی.جی.کالج گوالیار میں شعبۂ اردو میں آمد کے ساتھ ہی یہاں کی فروغِ اردو کے لئے کوشاں دو شخصیات وقار صدیقی اور سہیل قریشی صاحبان سے متعارف ہونے کا شرف حاصل ہوا۔طالبات کی تعداد میں کمی کے سبب ایک مہم چلانے کا عزم کیا۔اشتہار، پمفلٹ،مساجد و مدارس میں اردو کی اہمیت و افادیت کو گوش گزار کرانے کی کوشش میں جب حجاب حائل ہوا تو محترم وقار صدیقی سے رابطہ قائم کیا۔انہوں نے سہیل قریشی صاحب کے ذریعے نہ صرف اس تحریک کو تیز کیا بلکہ چند ماہ کی مسلسل کوششوں سے ہمیں اس مشن میں کامیابی نصیب ہوئی۔تب سے سہیل صاحب کی احسان مندی ،انسان دوستی اور خدمات نے ذہن و دل پر ایسا نقش ثبت کیا کہ اسے بآسانی بھول جانا ممکن نہیں ہے۔

جب مجھے مرحوم سہیل قریشی کی شخصیت پر تاثرات تحریر کرنے کی دعوت ڈاکٹر وسیم افتخار کی جانب سے دی گئی تو میرے دل میں یہی خیال پیدا ہوا کہ گوالیار کے روزِ اوّل سے جن چند ناموں اور شخصیات سے ربط و ضبط رہا،اُن میں مرحوم کی شخصیت اور خدمات سے واقفیت کا رشتہ پرانا ہے۔ہاں مرحوم کی ذات کے متعلق اگر کم و بیش جو بھی معلومات کا شرف مجھے حاصل ہے تو وہ میرے مشفق و محترم بزرگ جناب وقار

صدیقی اور ڈاکٹر وسیم افتخار صاحبان کے توسط سے ہے۔

سہیل قریشی اور انہیں کی طرح دیگر شخصیات جو اپنے کردار و عمل کی بدولت سماج میں ایک ایسا مقام حاصل کر لیتی ہیں کہ وہ محتاجِ تعارف نہیں رہتیں اور ہم ایسی شخصیات سے نا آشنا ہوتے ہوئے بھی کہیں نہ کہیں آشنا ہوتے ہیں۔شہر گوالیار میں سہیل قریشی ایک ایمان دار استاد، سماجی کارکن، خادم اردو اور ناظم مشاعرہ کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔آپ با اخلاق تھے۔پابند اصول تھے اور ملن سار طبیعت کے مالک تھے۔

سہیل قریشی صاحب کا پیشہ درس و تدریس رہا ہے۔آپ نے پدماودیالیہ میں لکچرار کی حیثیت سے درس و تدریس کی خدمات انجام دیں اور شیوپوری ضلع کے ہائی اسکول سے پرنسپل کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔انہوں نے تمام عمر پڑھنے پڑھانے میں گذاری۔ان کا معاملہ آج کل کے اردو اساتذہ سے مختلف تھا۔اردو زبان کی ترقی و بقا کو انہوں نے فرض کفایہ نہ سمجھتے ہوئے فرض عین سمجھا۔ان کی اردو زبان سے دل چسپی کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ سچے خادم اردو تھے۔

مرحوم اردو کی بقا اور ترقی کے لئے مسلسل کوشاں رہے۔آپ انجمن ترقی اردو کی گوالیار شاخ کے جنرل سکریٹری رہے۔اس کے علاوہ گوالیار کی صد سالہ قدیم ادبی تنظیم بزم اردو کے سکریٹری کے عہدے پر کافی عرصے تک فائز رہے۔آپ کی مختلف ادبی تنظیموں سے وابستگی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اردو زبان سے دل و جان سے

محبت کرتے تھے۔

سہیل قریشی صاحب شہر گوالیار میں کافی عرصے تک ناظم مشاعرہ کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیتے رہے۔دوران نظامت آپ موجودہ ،گذشتہ اور اگلے مرحلے میں آنے والے افراد کی بھرپور پذیرائی اور حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ان کا ذخیرۂ الفاظ اور مطالعہ وسیع تھا۔اس لئے ہر بات کو مختصر انداز میں بڑی خوب صورتی سے پیش کردیا کرتے ،انہوں نے نئے قلم کاروں کی ہمیشہ ہمت افزائی کی۔

خدمت خلق ،انسانی فطرت کا تقاضہ بھی ہے اور دینی فریضہ بھی ۔بعض حضرات سماجی کاموں اور رفاہی خدمات سے صرف بڑے بڑے کام مراد لیتے ہیں لیکن مرحوم نے کسی بھی فلاحی اور رفاہی کام کو ادنیٰ یا اعلیٰ نہ سمجھتے ہوئے ،اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہمیشہ تعمیری کاموں میں پیش پیش رہے، یہ تعمیری کام انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کے ہوا کرتے تھے۔

غرض کہ انہوں نے اپنے نیک اعمال کے ذریعے خدمت خلق کی عمدہ مثال سماج کے سامنے پیش کی ہے۔ایسے ہی لوگوں کے لئے اقبالؔ نے کہا ہے ؎

یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبّت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہے یہ مردوں کی شمشیریں

افسوس ہے کہ ایسے متحرک اور فعال شخص بہت جلد ہم سے جدا ہو گئے۔ہم خالصتاً اردو زبان و ادب کے خیر خواہ ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے لئے سہیل

صاحب کی ذات ایک مثال ہے اور ہمیں ان کی زندگی سے بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ سہیل صاحب کے ادھورے خوابوں کو پورا کرنے کے لئے ہم آپ اور شہر کی تمام تنظیمیں مل جل کر اردو کی ترقی کے لئے کوشاں رہیں گی اور مرحوم کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کریں گی۔ یہی ہماری طرف سے مرحوم کو اصل خراجِ عقیدت ہوگی۔

ڈاکٹر نصرت سلطانہ

شعبۂ اردو

گورنمنٹ کملاراجا گرلس پی. جی. کالج

گوالیار۔ ایم. پی.

آہ : سہیل قریشی

دنیا دارالعمل ہے یہاں کئے گئے ہر عمل کے مطابق ہی بلندی و پستی کا معیار طے ہوتا ہے، جس شخص کا جیسا عمل ہوگا، ویسا ہی سماج میں اس کا مقام ہوگا، اس کی عرفیت بھی، اس کے عمل کے مطابق طے ہوگی۔ اگر کوئی شخص نہایت مؤدب ہے۔ ساتھ ہی اخلاص و اخلاق کے بلند معیار پر قائم ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص کردار و عمل کی بہترین عمل داری میں سرگرداں ہے۔ اس کا قول و عمل، اس کے اعلیٰ کردار کا بہترین نمونہ ہے۔

ایسے ہی ایک شخص سہیل قریشی صاحب تھے، جو اسی سرزمیں گوالیار کے رہنے والے تھے جو کردار و عمل اور قول و فعل میں نہایت امیر تھے۔ اردو زبان سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ زبان و ادب کے مخلص اور سچے دوست تھے۔ ہمہ وقت اردو زبان و ادب کی ترقی اور اس کی نشر و اشاعت میں مصروف رہتے تھے۔

سہیل قریشی صاحب سے میری ملاقات ۲۰۱۶ء میں اس وقت ہوئی، جب میں جیواجی یونیورسٹی میں اردو سبجیکٹ کی بورڈ آف اسٹڈی کی میٹنگ کے لئے گوالیار آیا۔ عزیزم ڈاکٹر وسیم افتخار کی رہائش کے سامنے ہی موصوف کا مکان تھا۔ دونوں کے دروازے آمنے سامنے تھے۔ گھر سے نکلتے وقت ایک دستک سے سلام کلام ہو جاتا تھا۔

تعارف اور دعا سلام کے بعد ذوق و شوق کی باتیں ہوئیں۔ باتوں باتوں میں ہی پتہ چلا کہ آپ نہایت ہی نفیس اور متین شخصیت کے مالک تھے۔ آہستہ اور مدلل گفتگو کیا کرتے تھے۔ دوران گفتگو بہت سی پرانی باتوں کا تذکرہ ضمناً کیا کرتے تھے۔

اردو زبان کی ترقی کے لئے کئے گئے کاموں میں سب سے اہم کام کا تذکرہ انہوں نے نہایت ہی سہل اندازی سے کیا کہ جب مردم شماری میں مادری زبان کے خانہ میں اردو زبان کا نام لکھنے کا معاملہ آیا، تب موصوف نے ایک تحریک چلائی۔ گھر وگھر جا کر لوگوں کو سمجھایا کہ مادری زبان کے خانہ میں اردو زبان کا نام لکھوائیں۔اس تحریک میں انہیں بہت سی مشقّت اور دشواری سے گذرنا پڑا۔ان باتوں کا سادگی کے ساتھ تذکرہ کرتے رہے۔ دوران گفتگو یہ بھی پتہ چلا کہ آپ زبان وادب اور شعر وشاعری کے ساتھ ساتھ سماجی اور فلاحی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ تعلیم و تربیت کی تحصیل وترسیل کے لئے ہمہ وقت متحرک رہتے تھے۔اس پہلی ملاقات کے بعد **میں** جب بھی گوالیار آیا، چاہے کے. آر. جی. کالج کی بورڈ آف اسٹڈی کی میٹنگ ہو یا یونیورسٹی کی میٹنگ ۔ان سے میری ملاقات ضرور ہوتی تھی۔ کیوں کہ وسیم افتخار کے بالا خانہ سے ایک آواز میں ہی ہم کلام ہو جاتے تھے۔

اس بار عید الفطر کے بعد جب کے. آر. جی. کالج کی بورڈ آف اسٹڈی کی میٹنگ کے لئے گوالیار آیا تب پتہ چلا کہ موصوف کینسر کا شکار ہو کر نہایت مختصر علالت کے بعد اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں... افسوس صد افسوس

"ان للہ و انا الیہ راجعون رضاً بقضآ ئہ و تسلیماً لامرہ "

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائے .... آمین

فقط والسّلام

ڈاکٹر سجاد جعفری

گورنمنٹ گرلس کالج کھرگون۔ ایم. پی

جامع صفات شخصیت: سہیل احمد قریشی

یہ شبنمی لہجہ ہے آہستہ غزل پڑھنا
تتلی کی کہانی ہے پھولوں کی زبانی ہے

اس شعر کی خوبصورتی کو بخوبی اپنے کردار میں ڈھال کر، اپنے ریشمی لہجہ کے ساتھ، لفظوں کی پر کشش ادائیگی کے ذریعہ ماحول کو خوشبو سے مہکا کر ایک بے مثال شخصیت، ایک ہمہ جہت شخصیت گزر گئی۔

آپ کی یاد ہر علم و ادب کی محفل کو روشن کرے گی۔ پر نور آواز، ایک خوبصورت احساس، ہم سب کے دل و دماغ میں تاحیات تازہ رہے گی۔

حاجی سہیل احمد صاحب: ہمارے ماموں جان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شفیق استاد، ہمدرد اور غم گسار تھے۔

آپ گورنمنٹ ہائی اسکول کے پرنسپل کے عہدے سے سبک دوش ہوئے تھے۔ ادبی، تہذیبی تنظیموں کے معتمد اور سکریٹری، جامعہ اردو علی گڑھ کے گوالیار سینٹر کے محنت کش نگراں، خاص طور سے اردو زبان کو فروغ دینے، اردو زبان کو سیکھنے اور سکھانے کی مہم کو کافی حد تک کامیاب بنانے والے اہم کارکن، وقف بورڈ کمیٹی کے ضروری اور پیچیدہ مسئلوں کا آسان طریقے سے حل نکالنے کے ساتھ سیاسی، سماجی، قانونی اور ہر خاص و عام کے مشکل سے مشکل مسائل کو نہایت توجہ کے ساتھ حل کرنے

کی قابلیت رکھتے تھے۔

آپ نہایت دین دار، متقی اور پرہیزگار تھے۔دین کے فرائض، نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر پابندی سے عمل کرنے کا سلیقہ تھا۔اسی اسلامی شعور کی بناپر مسجد کی تعمیرات، عید میلاد النبیؐ کے موقع پر ہندوستان کے عالم و فاضل اور مقررین کو مدعو کر کے سالہا سال جشن عید میلاد النبیؐ کی تقاریب کے منعقد کرانے کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

صبح صادق تین بجے بیدار ہونے کا شب و روز کا معمول تھا۔تہجّد گزار اور پنجگانہ نمازی تھے۔آپ نے حج و زیارت حرمین شریفین کے زائرین کی طرح کوئی دکھاوا نہیں کیا۔فریضہ حج ادا کرنے کا مقصد دنیاوی دکھاوے سے اور فضول خرچی سے دور محض فرض العین کی ادائیگی اور قلب کو اعلیٰ سنتوں سے منور و مجلّہ کرنا تھا۔

میرے والد اسلام الدین صاحب کی وفات کے بعد تعلیم و تربیت کا سلسلہ ماموں جان کے زیر سایہ شروع ہوا۔ایم.اے.اردو میں کامیابی کے بعد گورنمنٹ کملا راجا گرلس کالج، گوالیار میں ڈاکٹر اختر نظمی صاحب کے ۱۹۹۷ء میں سبک دوش ہونے کے بعد مذکورہ عہدے پر میرا تقرر عارضی طور پر ہوگیا۔بی.اے.اور ایم.اے.کی طالبات کو پڑھانے کی بڑی ذمہ داری کو پوری ایمانداری اور محنت کے ساتھ نبھانے کی ہمت اور حوصلہ افزائی مجھے فقط میرے ماموں جان سہیل احمد صاحب سے ملی تھی۔۱۰...۱۲...برس تک اس عہدے پر رہتے ہوئے پڑھانے اور میرے ماموں جان کی علمی صلاحیتوں سے روشناس ہونے کا سبب یہ ہوا کہ کالج میں اردو سے دلچسپی اور طالبات کی تعداد میں

دنوں دن اضافہ ہوتا گیا۔ کالج میں با قاعدگی کے ساتھ سمینار، کامپٹیشنس ،لکچرس اور معلوماتی پروگرامس وغیرہ وغیرہ کروانے میں امداد ملتی رہی۔

ڈاکٹر اختر نظمی صاحب سے ماموں جان کے دوستانہ اور ادبی تعلقات کی وجہ سے آپ کی خواہش تھی کہ میرے تحقیقی مقالے کا موضوع ''اختر نظمی: حیات اور ادبی کارنامے'' رکھا جائے۔ ماموں جان کے ذوق وشوق کی خاطر اس موضوع پر چار سال کی مشقت کے بعد ۲۰۰۷ء میں برکت اللہ یونیورسٹی ، بھوپال سے پی ایچ.ڈی .کی سند کا حاصل ہونا ماموں جان کے لئے باعث مسرت تھا اور میرے اس عارضی عہدے کے لئے بھی نہایت ضروری تھا۔ میری زندگی کے سب سے بہترین اور خوشنما سال یہی تھے۔ جب علم وفن کی روشنی سے ہم دوسروں کو فیض یاب کرنے کے ساتھ ساتھ خاص طور سے اپنے علم و ہنر میں اضافہ کرر ہے تھے۔ یہ بڑا نایاب سرمایہ ہے۔ جوتا حیات دل ودماغ کو روشن رکھے گا۔

زندگی کا یہ بیش قیمتی سبق میں نے اپنے مرحوم والد اور ان کے بعد ماموں جان سے سیکھا ہے۔ اس جذبے کی قدرومنزلت دل میں زندہ اور تابندہ ہے۔

ڈاکٹر گلناز اسلام قریشی
مہمان اسسٹنٹ پروفیسر ۱۹۹۶ء تا ۲۰۰۴ء
شعبۂ اردو
گورنمنٹ کملا راجا گرلس کالج
گوالیار۔ ایم. پی.

آہ ! سہیل قریشی

رفتہ رفتہ اٹھ رہے ہیں بادہ خوارانِ ادب
دھیرے دھیرے میکدہ ویران ہوتا جائے ہے

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہمیشہ حیرت انگیز کام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو اور زیادہ حیرت میں مبتلاء کر جاتے ہیں۔ ایسی ہی ایک شخصیت تھے ... سہیل قریشی...! انہوں نے ہنستے اور مسکراتے ہوئے شیوۂ رواداری میں موت کو خوش آمدید کہہ کر موت کو بھی حیرت زدہ اور دنیا کو دم بخود کردیا... ہائے افسوس سہیل قریشی...

جنوری ۲۰۱۷ء میں میرا گوالیار جانا ہوا اور ڈاکٹر وسیم افتخار کے ہاں مہمان ہوا۔ سہیل قریشی اور ڈاکٹر وسیم دونوں کے مکانات آمنے سامنے ہی تھے۔ ایک دن جیسے ہی باہر جانے کے لئے دروازہ کھولا، حسن اتفاق کہ سہیل قریشی صاحب سے سامنا ہوگیا۔ وہ میری جانب ہی دیکھ رہے تھے۔ نئے شخص کی صورت سے واقفیت کے لئے۔ جوں ہی نظر ملی۔ علیک سلیک ہوئی۔ بعد اس کے تعارف کی رسم ادا ہوئی۔ یہ اُن سے میری پہلی ملاقات تھی۔ پہلی ہی ملاقات میں اُن کی شخصیت مجھے متاثر کرگئی۔ جب تک قیام رہا، مختصر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اُن کی مصروفیات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔ اِدھر سے آتے کچھ وقت بعد اُدھر نکل جاتے۔ مَیں نے ڈاکٹر وسیم افتخار سے جب جاننا چاہا تو انھوں نے تفصیل سے اُن کی بے پناہ مصروفیات سے آگاہ کیا۔ خصوصاً اردو زبان وادب کے تعلق سے اُن کی جدوجہد اور سرگرمیوں پر بھرپور

روشنی ڈالی اور مجھے حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کر دیا۔

اسی دوران جناب عامر فاروقی صاحب کے دولت کدے پر ' بزمِ اردو ' کی ماہانہ شعری وادبی محفل کا انعقاد ہونا تھا۔ مجھے مہمان خصوصی کے طور پر شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ سہیل صاحب کو بھی شریک ہونا تھا۔ مَیں اور ڈاکٹر وسیم افتخار بس گھر سے نکلنے ہی والے تھے کہ سہیل صاحب نے آواز لگائی '' انصاری صاحب! تیار نہیں ہوئے ،چلنا نہیں ہے کیا؟ ''غالباً وہ کافی دیر پہلے تیار ہو چکے تھے۔شاید نشست میں دونوں ساتھ ساتھ ہی جایا کرتے تھے۔ایسا مَیں نے اندازہ کیا۔بہر حال موصوف کی آواز کے سنتے ہی ہم فوری طور پر گھر سے باہر نکلے اور اُن کی رہنمائی میں چل پڑے۔ایک اندازے کے مطابق نشست گاہ پانچ ،سات کلو میٹر کے فاصلے پر تھی۔مَیں اور وسیم افتخار ایک بائک پر اور سہیل قریشی صاحب تنہا دوسری بائک پر سوار تھے۔اَب اُن کا یہ عالم تھا کہ اُڑے جا رہے تھے۔چوں کہ ہمیں کچھ تاخیر ہو گئی تھی۔جلدی پہنچنے کی عجلت میں وہ ہمیں پیچھے چھوڑے جا رہے تھے۔کبھی کبھی رفتار کم کر کے ہمیں پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے۔عمر کی ستّر ،بہتّر منزلیں طے کرنے کے بعد جذبوں میں یہ جوان امنگیں...واہ...سہیل صاحب...

دوسری دفعہ اُن سے ملاقات کی جو آرزو اور آس دل میں تھی،اَب ٹوٹ گئی ہے۔اَب اُن کی خوش گوار باتیں اور یادیں باقی رہ گئی ہیں۔سہیل صاحب کہاں ہیں...

رحمٰن ثاقب برہان پوری
سکریٹری بزم میخانۂ سخن

برہان پور۔ایم۔پی۔

سہیل قریشی۔۔۔گوالیار کی اہم شخصیت

سہیل قریشی کا نام گوالیار کی سماجی زندگی اور تعلیمی تحریک میں اہم ہے۔حالات اور ماحول کے پیش نظر سہیل قریشی نے ایک جانب تعلیمی تحریک کو اپنا مشن بنایا اور دوسری جانب اسی تحریک کے زیر اثر طلباء میں ایک ایسے تعلیمی رجحانات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جہاں صرف تعلیم کا مقصد اپنی ذات تک محدود نہ ہو۔ بلکہ اس کا فائدہ اپنے اردگرد کے ماحول کو مل سکے اور اس تحریک کے ذریعے اقلیتی طبقے کو بیدار کرنے کی کاوش سہیل قریشی کا مقصد اور مشن رہا ہے۔میری ذاتی ملاقات سہیل قریشی سے گرچہ ایک سمینار میں ہوئی ہے، جس کے وہ فعال رکن رہے اور ان سے گفتگو کے بعد مَیں اس نتیجے پر پہنچا کہ سہیل قریشی نے زندگی کے آخری مرحلے تک اس مشن کے پاس دار رہے کہ طلباء میں بیداری پیدا کی جاسکے، ان کے حوصلوں کو جلا دی جاسکے اور وہ جو پسماندگی اور مفلوک الحالی کا شکار ہو کر تعلیمی میدان سے اپنے آپ کو علیحدہ کر دیئے ہیں، انہیں باور کرایا جائے کہ تعلیمی لیاقت وصلاحیت کبھی بھی رائیگاں نہیں ہوتی ہیں بلکہ سماج اور سوسائٹی کے بہت سے اچھے طلباء جو کسی بلندی پر فائز ہوسکتے ہیں، محض کبیدہ خاطر اور ملول ہو کر اپنے آپ کو علیحدہ کر دیتے ہیں۔انہیں اس بات کا احساس دلایا جائے کہ دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور اسی تگ ودو میں مصروف رہتے ہوئے سہیل قریشی نے کبھی سمینار کا انعقاد کیا تو کبھی تعلیمی تحریک

کے زیر اثر اسکول اور کالج میں طلباء کا حوصلہ بڑھانے کے لئے تعلیمی میدان کے اسکالرس کو مدعو کر کے انہیں ایک نئی تحریک اور جلا دینے کی کوشش کی...وہ کبھی بھی حالات سے کبیدہ خاطر نہ ہوئے، گر چہ کہ ماحول نے انہیں دل برداشتہ کر دیا، مگر سر سید کی تعلیمی تحریک کے زیر اثر وہ ہمیشہ ہی اپنے مشن اور تعلیمی تحریک سے وابستہ رہے ہیں۔ بہت ہی ملنسار، خلیق، حلیم الطبع، منکسر المزاج شخصیت سہیل قریشی کی ہے بلکہ وہ اس کے مصداق رہے ہیں کہ

ع　　نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو

ہمیشہ منفی نظریات سے دوری اور مثبت نظریات سے قرابت، ان کا لائحہ عمل ہے۔ اہل علم اور تعلیم یافتہ طبقے کا احترام اور عزت، ان کا اکرام، موصوف کی طبیعت کا خاصّہ رہا ہے۔ گوالیار کے حالات نے تعلیمی ماحول میں انھیں اکثر کبیدہ خاطر اور ملول کر دیا مگر وہ اپنے مشن اور تحریک کے زیر اثر کام کرتے رہے۔

میری ملاقات سہیل قریشی سے پروفیسر وسیم افتخار کے توسط سے ہوئی۔ وسیم افتخار کا تعلّق بھی ادبی سرگرمیوں سے ادب برائے ادب سے نہیں بلکہ ادب برائے زندگی سے ہے اور یہی مشن سہیل قریشی کا بھی ہے۔

گوالیار کی سرزمین پر تن تنہا تعلیمی تحریک اور اس میں محض تعلیم نہیں بلکہ تربیت کا پہلو بھی نمایاں...ایسی کوشش کی مصروف کن شخصیت کا نام سہیل قریشی ہے۔ چنان چہ ان کے کارناموں پر خراجِ تحسین پیش کرنا ضروری ہے۔

مجھے اچانک پروفیسر وسیم افتخار سے خبر ملی کہ وہ نہ رہے... مجھے بے حد افسوس ہوا۔ مگر مرضی مولیٰ ہے۔ میں انہیں خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس غم کی کیفیت میں یہی اظہار کرسکتا ہوں کہ

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے　　سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

پروفیسر خلیل احمد انصاری (علیگ)

ایڈوکیٹ

شعبۂ قانون، سیوا سدن کالج، برہان پور

پرنسپل سہیل احمد قریشی

ولادت: ۶؍جون ۱۹۴۴ء وفات: ۲؍جولائی ۲۰۱۷ء

سماجی دانشور :

صاحبِ شریعت ، صوم وصلوٰۃ کے پابند ، ہردل عزیز سہیل احمد اتنی کم عمر میں ہم سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس دنیائے فانی سے کوچ کر جائیں گے، کسی کو گمان نہیں تھا۔

تمہاری یادوں کے چند آنسو، میری آنکھوں میں پل رہے ہیں
چلے تھے زمانے کو جگانے ، خود چین کی نیند سو رہے ہیں

سہیل صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ گوالیار میں جتنی بھی سماجی ، ادبی اور مذہبی انجمنوں کی تشکیل ہوئی ،اُن سبھی میں سکریٹری کے عہدے پر فائز رہے،صدر کا عہدہ کبھی تسلیم نہیں کیا۔ظاہر ہے ہر انجمن کی تشکیل میں میرِ کارواں سہیل صاحب کی جدوجہد ہی رہتی تھی۔اُن انجمنوں میں سے چند نام اس طرح ہیں :

(۱)انجمن فلاح عام،مدھیہ پردیش۔گوالیار جو ۱۹۷۴ء میں رجسٹرڈ ہوئی
(۲)انجمن ترقی اردو،شاخ گوالیار (۳)انجمن تہذیب واتحاد
(۴)سیرت کمیٹی،گوالیار (۵)ضلع وقف کمیٹی،گوالیار وغیرہ

مجھے گذشتہ ۴۵؍سال سے اُن کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔اُن کی جدو

جہد کی جتنی تعریف کی جائے، کم ہے۔سماجی ، ادبی کاموں اور دین کے کاموں میں
بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور مجھے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔آزاد ہند فوج کے سیکنڈ
لفٹننٹ مجاہدِ آزادی مرحوم مقبول احمد خاں کارپوریٹر، جن کا شمار گوالیار کے رؤسا میں
تھا، اُن کی صحبت میں سماجی خدمات کا جذبہ پیدا ہوا۔انہوں نے انجمن فلاح عام مدھیہ
پردیش کی تشکیل کی، جس کے پہلے صدر محترم (مرحوم) حاجی بدرالدین صاحب
(شان مشین نئی سڑک) نامزد ہوئے۔اُن کے استعفیٰ کے بعد یہ ذمے داری مجھ پر اور
سہیل صاحب پر آگئی۔تب ہی سے ہم دونوں کا، سماجی کاموں میں دخل شروع ہوا
۔انجمن فلاح عام کے ذریعے قبرستانوں کی احاطہ بندی کی آواز اُٹھائی گئی۔تمام
۵۲/کارپوریٹرس کی رائے ہموار کر کے نگرنگم میں ایک واحد مسلم پارشد جوکمپو، اواڑپورہ
سے منتخب ہوئے تھے، انہوں نے بجٹ منظور کروایا اور نگرنگم کی منظور شدہ رقم سے احاطہ
بندی کی گئی۔آج کرنل حسن خاں کا باغیچہ والا قبرستان محفوظ ہے۔اردو کوچنگ کلاسیز کا
آغاز بھی اسی زمانے میں کیا۔

ضلع وقف کمیٹی میں بھی تقریباً ۱۵/سال سہیل صاحب کے ساتھ کام کرنے
کا موقع ملا۔اُن کی سکریٹری شپ میں مقبوضہ وقف جائیدادوں کی فہرست تیار کی گئی
اور ضلع وقف کمیٹی سے قرارداد پاس کر کے وقف عالیہ مدھیہ پردیش سے ایک وکیل
منظور کرایا گیا اور عدالتوں میں ۲۷/مقدمے قائم کرائے، جن میں کچھ میں کامیابی
ملی، باقی آج بھی زیرِ سماعت ہیں۔یہاں یہ بات قابل امر ہے کہ ہم دونوں ایک ہی

گاڑی پر دوڑ دھوپ کرتے تھے اور صدر و سکریٹری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ لیکن اپنی اپنی ڈیوٹی سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ کسی کو کبھی کوئی شکایت کا موقع نہ دیا۔ ہاں گھر والے ٹیلیفون کی بار بار بجنے والی گھنٹی سے اور مسجد، قبرستان کے تعلق سے ہونے والی باتوں سے پریشان تھے۔ گوالیار میں وقفیہ جائیداد بے انتہا ہیں اور ہر ایک کے پیچیدہ مسائل ہیں۔ ہمارے مشاغل کے سبب ہم دونوں کا نام مسجد وقبرستان پکارا جانے لگا۔

ایک مسجد ''نور ڈیڈوانہ اولی'' جو ۱۹۴۷ء سے بند تھی، اس پر غائبانہ قبضہ غیر مسلم کے ذریعے کرلیا گیا۔ ۱۹۸۹ء میں جب ہمیں پتہ لگا تو اثر دار لکھا پڑھی اور کاروائی کی گئی۔ مدھیہ پردیش میں کانگریس سرکار تھی۔ ایم.ایل.اے. بھگوان سنگھ یادو کی سفارش میں زوردار پولس کاروائی ہوئی۔ ۱۶/افراد پر مقدمہ چلا۔ یہ کیس ہم دونوں نے ۱۰/سال تک لڑا۔ کامیابی ملی۔ اللہ کے فضل وکرم سے یہ مسجد آباد ہے۔ ۱۰/دن کی تراویح و پنجگانہ نمازیں باقاعدہ ہوتی ہیں۔ ڈیڈوانہ اولی میں مین روڈ پر گلی میں واقع ہے یہ مسجد۔

مسجد ''کوٹے کی سرائے'' جھانسی روڈ پر غیر آباد شکستہ حالت میں واقع تھی۔ ایک بار ہم دونوں کا اُدھر سے گذرنا ہوا۔ نظر پڑی تو رُک کر وہاں قیام کیا۔ سنسان، بیابان جگہ پر سڑک کے کنارے واقع مسجد کا جائزہ لیا۔ ضلع وقف میں رکارڈ دیکھا تو معلوم ہوا کہ مسجد پیٹے کچھ زمین بھی ہے۔ بس سہیل صاحب نے پختہ ارادہ کیا

کہ اس کو ہر حال میں حاصل کرنا ہے اور یہاں اپنی ایک انگلش میڈیم اسکول قائم کریں گے، جس میں مسلم بچے ہوں گے۔کافی بحث ومباحثہ کے بعد طے پایا کہ اس کی پیتی کرائی جائے تو قبضہ دار کا پتہ لگ جائے گا۔

سہیل صاحب کی محنت اور کوششوں سے مسجد اپنی پوری عراضی کے ساتھ محفوظ اور آباد ہے۔اس کے لئے جسمانی محنت سہیل بھائی کی رہی۔ساری تعمیرات ان کی ہی دیکھ ریکھ میں منزل مقصود تک پہنچی۔شہر کی تمام ہستیوں نے دل کھول کر معاشی تعاون پیش کیا۔بجری، سیمینٹ، گٹّی دیگر ضروریات فراہم کروائی گئیں۔مزدوری نقد چندے سے پوری ہوئی۔ہر سال یہاں ۱۰؍روزہ تراویح وافطار پارٹی کا اہتمام ہوتا ہے۔سہیل صاحب جمعہ ادا کرنے شہر سے اس مسجد میں باقاعدہ جاتے تھے۔

تیرے آنے کی آس ہے دوست
شام پھر کیوں اداس ہے دوست
مہکی مہکی فضا یہ کہتی ہے
تو کہیں آس پاس ہے دوست

اردو کی تعلیم اور ترقی کے لئے بے پناہ جذبہ :

سہیل صاحب میں انسانی رشتوں کی گہری سمجھ تھی۔ملازمت سے سبک دوش ہوکر ڈاکٹر اختر نظمی صاحب کی یاد میں ایک اسکول قائم کیا، جو ابھی چل رہا ہے۔جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات کے لئے سینٹر قائم کرا کر گوالیار میں برسوں

امتحانات کا کام سنبھالا ،جن کے تحت ابتدائی ، ادیب ، ادیب ماہر اور کامل کے امتحانات منعقد ہوتے تھے۔کئی مقامات پر کوچنگ شروع کرائی ۔ان سب کاموں میں جو بھی کام انہوں نے مجھے سونپا ،ہم دونوں مل جل کر ہر مسئلے کا حل نکال لیا کرتے تھے۔

دیتے ہیں قربانیاں جو زندگی پانے کے بعد
نام زندہ چھوڑ جاتے ہیں وہ مرجانے کے بعد

سہیل صاحب کے ساتھ کام کرنے میں ایسا لگتا تھا کہ جیسے اس انسان میں کئی صفات ایک ساتھ موجود ہیں۔ مجھے وہ خلوص ، سادگی ،انسانیت اور دوستی کی زندہ جاوید مثال نظر آئے۔خاموشی اور زبان کی شیرینی اُن کی پہچان تھی۔

پڑا یوں وقت کا منحوس سایہ
اجالوں کو مٹایا تیرگی نے

زندگی کے خوشگوار اور ناخوشگوار حالات سے نباہ کرنے میں انہیں مہارت حاصل تھی۔

محنتیں بھی رائیگاں جاتی ہیں
لب ساحل میں جہاز ڈوب جاتے ہیں

جشن عید میلاد النبی ﷺ:

سیرت کمیٹی گوالیار کے زیر اہتمام ہر سال منعقد ہونے والا جشن سہیل

صاحب کے والد محترم شہزاد احمد ایڈوکیٹ کی قیادت میں منایا جاتا تھا۔ایک ایکسیڈینٹ میں ان کی وفات کے بعد یہ ذمے داری بھی سہیل صاحب بخوبی نبھار ہے تھے۔عید گاہ ، کمپو میں یہ جشن منایا جاتا ہے۔گوالیار کے مخصوص عوام کا تعاون اس تقریب کو حاصل رہتا ہے۔

میری خراج عقیدت پیش ہے اور ان کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں ۔خدا انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے....آمین

پروفیسر عبدالجمیل قریشی
رٹائرڈ پروفیسر ملیٹری سائنس
ملکی وے، گوالیار

یادِ حاجی سہیل احمد صاحب

حاجی سہیل صاحب سے میرا تعارف ۲۰۱۳ء حج کی ٹریننگ کے وقت ہوا اور ہم سفرِ حج پر بھی ساتھ ہی گئے تھے۔اس کے بعد آپ مجھے ہر پروگرام میں اپنے ساتھ لے جانے لگے۔شہر کے معزز حضرات سے آپ نے ہی میری ملاقات کروائی۔میں ۲۰۱۲ء میں تحصیل دار کے عہدے سے رٹائرڈ ہوکر گوالیار آیا تھا۔

۲۰۱۴ء میں عید میلا دالنبیؐ کے موقع پر آپ نے مجھے شرکت کی دعوت دی اور اپنے دولت خانے پر دعوت طعام بھی دی۔اسی سال ہم نے ''خدمتِ عام'' کمیٹی بنائی۔آپ اس کمیٹی کے ایکٹیو ممبر رہے ہیں۔

۲۰۱۶ء میں آپ کی مدد سے میں نے ''فروغِ تعلیم'' سمینار اور ''مسلم پرتیبھا سمّان'' شروع کیا۔سہیل صاحب کی محنت سے یہ پروگرام کامیاب رہا۔آپ میرے ذریعے دی جانے والی حج تربیت میں بھی شرکت کرتے تھے۔اپنے تجربات کو عازمین حج کے ساتھ شیئر کرتے تھے۔

۲۰۱۷ء میں رمضان المبارک سے پہلے ہم دونوں ایک گھریلو تنازع کے سلسلے میں مرار گئے تھے۔اس کے بعد آپ بھوپال چلے گئے لیکن میری قریب قریب روز بات ہوتی رہی۔آخری بار تقریباً آٹھویں روزے کو آپ نے بتایا کہ حاجی انتظار صاحب کے کیس میں ان کی مدد کیجئے گا اور کوٹے کی سرائے مسجد اور قبرستان کا بھی

دھیان رکھنا ہے۔ یہ مرحوم کی آخری ہدایات تھیں۔

اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجہ عطا فرمائے۔

حاجی عبدالحق

(سابق تحصیل دار، فراش خانہ، غوثی پورہ، گوالیار)

سہیل شخصیت، سہیل احمد قریشی

وہ، جو اردو زبان کے فروغ کی راہ میں آگے رہا، جو معاشرے کے فلاحی کاموں میں پیچھے نہیں رہا، جو دینی فرائض نبھانے میں پیش پیش رہا، جو ملنساری کی تصویر تھا، خلوص کی تنویر تھا۔

وہ، جس نے بڑی عمر کو نہیں، بڑی زندگی کو جیا۔ معاشرے میں مقبول رہی جس کی زندگی، وہ سہیل شخصیت، سہیل احمد قریشی، اب ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ اِسی سنہ دو ہزار سترہ (۲۰۱۷ء) کے ساتویں ماہ کی دوسری صبح بلڈ کینسر کے سبب اُن کا انتقال پُر ملال ہوا۔ سہیل اب دنیا میں نہیں ہیں، لیکن اُن کے کام تابندہ ہیں۔ لازوال ہیں، بے مثال ہیں۔

جنت اور دوزخ کا ملنا تو عقبیٰ میں یقیناً ہے۔ مگر دنیا میں بھی جنت اور دوزخ کا پایا جانا ہے۔ اگر کسی شخص کی موت کے بعد اسے بُرے الفاظ میں گردانا جائے، اُس کی بُرائیوں سے معاشرے میں نجات محسوس کی جائے تو یہ اس شخص کے لئے دنیا میں دوزخ پانا ہے۔

اس کے برعکس... اگر کسی شخص کی وفات پر اسے اچھے الفاظ میں یاد کیا جائے، اس کے کارناموں کو سراہا جائے، اس کی کمی محسوس کی جائے، اس کے اچھے کردار کا بصد افتخار ذکر کیا جائے تو یہ اس انسان کے لئے دنیا میں جنت کا ماحصل ہے۔

دنیا میں عزت، محبّت پانے والے سہیل سے میرا تعلق سنہ انیس سو پینتالیس

(۱۹۴۵ء) سے ہے، جب وہ ایک سال کی عمر کے تھے۔اُن کے تایا زاد بھائی خورشید احمد قریشی (حضورات پائیگاہ) اردو مڈل اسکول میں چوتھی ، پانچویں اور چھٹویں کلاس میں میرے ہم جماعت رہے،تو خورشید کے گھر میرا آنا جانا رہا۔خورشید کے والدین ، چار چاچا، چاچی اور پھر دادادادی وغیرہ کی ایک ہی بڑے گھر میں رہائش تھی۔تب سہیل کو میں نے اپنی گود میں کھلایا ، بہلایا ہے۔شہنشاہ نام سے سہیل کو گھر میں پکارا جاتا تھا۔خورشید کے ساتھ میرا ملنا انیس سو چھپّن (۱۹۵۶ء) تک رہا۔خورشید اسکول ماسٹر کی ملازمت پر شاجا پور چلے گئے، وہیں انہوں نے اپنے والدین اور چھوٹے بھائی بہنوں کے ساتھ رہائش اختیار کر لی۔پھر میرا اس گھر میں (جواَب کاشانۂ شہزاد ہے)جانا کم ہو گیا۔ہاں، سہیل سے میرا ملنا کسی نہ کسی مقام پر ہو جایا کرتا تھا۔

بچپن سے ہی سہیل ملنسار رہے ہیں۔بڑوں کی عزت کرنے اور چھوٹوں سے محبّت برتنے کی خصلت ان میں نمایاں تھیں۔سہیل کے والد ایڈوکیٹ شہزاد احمد قریشی، ہر دل عزیز شخصیت تھے۔وہ دینی خدمت کے جذبے کے تحت ہر سال عید میلادالنبی کے موقع پر علماء کی تقاریر کا اہتمام کیا کرتے تھے۔شہزاد صاحب کے انتقال کے بعد اپنے والد کی اتبّاع میں سہیل ہر سال عید میلادالنبی کا جلسہ دینی وقار کے ساتھ عیدگاہ،کمپو میں منعقد کرتے رہے۔

سہیل کے بہنوئی اسلام الدین قریشی جامعہ اردو علی گڑھ کے اردو ابتدائی، ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کے امتحانات کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ان کے انتقال کے بعد سہیل نے ان امتحانات کی ذمے داری کو خوبی کے ساتھ نبھایا۔ان

امتحانات میں شامل ہونے والے طلباء و طالبات کی کلاسیز میں برائے تدریس مجھے سہیل مدعو کیا کرتے تھے اور میں شاعری کی بنیادی باتیں اور بحروں کے ارکان و تقطیع طلباء و طالبات کو سمجھایا اور لکھایا کرتا تھا۔

گورنمنٹ گرلس ہائیر سیکنڈری اسکول (واقع ماما کا بازار) میں سائنس ٹیچر ہوتے ہوئے سہیل نے اردو سبجیکٹ پڑھانے کی ذمے داری بھی نبھائی۔ ملازمت کے بعد کے وقت میں سہیل وقف بورڈ گوالیار کے سکریٹری بھی رہے اور اردو اے. ڈی. آئی. کے ساتھ اردو مدارس کے مینیجمینٹ میں بھی رہے۔ دونوں ذمے داریوں کو سہیل نے بخوبی نبھایا۔

عرصۂ دراز کے بعد ملازمت میں رہتے ہوئے سہیل نے ایم. اے. اردو کے امتحان میں فرسٹ ڈویژن سے کامیابی حاصل کی ، پھر وہ پرموشن پا کر گورنمنٹ پدما گرلس ہائیر سیکنڈری اسکول میں اردو لکچرار ہوئے۔ وہاں سے پرموشن پا کر پچھور ہائی اسکول میں پرنسپل ہو کر رٹائرڈ ہوئے مگر ٹائرڈ نہیں ہوئے۔ انہوں نے آپا گنج میں اردو اسکول قائم کیا اور دیگر سبجیکٹ کے ساتھ اردو سبجیکٹ پڑھاتے رہے۔ اس کے علاوہ سہیل سماجی اور دینی کاموں میں بصد اشتیاق حصہ لیتے رہے۔

میرا سہیل سے زیادہ تر ملنا سنہ انیس سو بانوے (۱۹۹۲ء) سے ہوا، جب وہ 'بزم اردو' گوالیار کے سکریٹری منتخب ہوئے اور میرا انتخاب نائب صدر کے عہدے پر ہوا، تب سہیل کا ایک نیا روپ سامنے آیا۔ انہوں نے ماہانہ شعری نشستوں میں اور سالانہ مشاعروں میں نظامت کے فرائض ، جس انداز سے نبھائے ، وہ انداز منفرد

تھا۔ مؤثر تھا۔ شاعر کوادبی الفاظ میں اپنا کلام پیش کرنے کی دعوت دینا، پھر اس شاعر کے کلام سنانے کے بعد، اس کی شاعری پر خوش فضا ادبی کمینٹ کرنا، بہترین، عمدہ اور نفیس انداز تھا۔

سہیل نے اپنی نظامت میں آج کل کے بازارو مشاعروں کی نظامت کی تقلید نہیں کی۔ میں نے آج کل کے مشاعروں کو بازارو اس لئے کہا کہ آزادی کے بعد آل انڈیا مشاعرے پہلے کے مشاعروں کی طرح ادبی نہیں رہے۔ پہلے مشاعروں میں ادب تھا۔ تہذیب تھی۔ سامعین میں سنجیدگی تھی۔ پہلے کے شعراء میں شاعری پیش کرنے کی چاہ ہوتی تھی۔ انہیں لفافے میں کیا دیا جائے گا، اس کی پرواہ نہیں تھی۔ آج کے شاعر تو اس طرح رقم کی فرمائش کرتے ہیں، جیسے یہ ادب نہ ہوا، بازار ہوا۔ آج کی نظامت نے سامعین کو تالی پھٹکار بنا دیا ہے۔ اب تو مشاعرے کی نظامت میں لفاظی اور لطیفے بازی کی بھرمار ہوتی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ مائک پر شاعر خود کہتا ہے کہ اس طرف سے تالیوں میں کمی رہی۔ یہ ہی نہیں آج کے آل انڈیا مشاعروں میں شعراء سے زیادہ متشاعر ہوتے ہیں، جو چرب زبانی اور اداکاری خوب کرتے ہیں۔

صاف ستھری نظامت میں ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد کے بعد سہیل کامیاب تھے۔ سہیل کی یاد میں تعزیتی پروگرام میں اتل اجنبی نے بہت صحیح بات کہی کہ ''آج کے ناظم مشاعرہ کو سہیل صاحب کی نظامت کا اسلوب اپنانا چاہئے''

سہیل میں ایک خوبی میں نے یہ بھی پائی کہ وہ کسی کے لئے دل میں کوئی تنازعہ نہیں رکھتے تھے۔ کسی پر نکتہ چینی ، عیب جوئی یا تضحیک کا نازیبا عمل اُن میں نہیں

تھا۔ بعض اوقات بزم اردو کے تعلق سے میری بات وہ نہیں مانتے تھے یا میں ان کی کوئی بات نہیں مانتا تھا، تو وہ دوسرے دن مجھ سے مل کر یا میں ان سے مل کر تنازعہ ختم کرلیا کرتے تھے۔ اسلام کے مطابق کوئی تنازعہ یا کوئی خلش دل میں نہیں رکھنا چاہئے، سمجھوتہ کرلینا چاہئے، اپنی غلطی مان لینا چاہئے یا غلط فہمی دور کردینا چاہئے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ برسوں سے دل میں تنازعہ پالے ہوئے ہیں۔

بزم اردو کے انتخاب ہوئے۔ انتخاب میں تبدیلی تو ہوتی ہے۔ میں بزم اردو میں سکریٹری یا نائب صدر رہا، پھر میں کسی عہدے پر پانچ سال تک منتخب نہیں ہوسکا مگر میں بزم اردو سے دور نہیں ہوا۔ پہلے کی طرح بزم اردو کے کام آتا رہا۔

بزم اردو کے سنہ دو ہزار تین (سنہ ۲۰۰۳ء) میں ہوئے انتخاب میں سہیل سکریٹری منتخب نہیں ہوئے، البتہ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ گوالیار کے وہ سکریٹری ہوکر ماہانہ شعری نشستوں میں نظامت کرنے لگے۔ انجمن کے صدر کا گوالیار سے تبادلہ ہوگیا تو ان ماہانہ شعری محفلوں کا انعقاد کچھ عرصے کے لئے تھم گیا۔ اب ۱۴ رسال کے بعد سہیل بزم اردو کی شعری نشستوں میں شرکت کے ساتھ نظامت بھی کرنے لگے تھے۔ سہیل آگے بھی بزم اردو میں کوئی نمایاں رول ادا کرتے، مگر افسوس وہ نہیں رہے۔

(حضورات) پرائمری اردو اسکول طلباء کی کمی کے باعث ختم کردیا گیا۔ اس اسکول کو کسی مسلم آبادی والے علاقے میں پہنچایا نہیں گیا۔ دو ہندی پرائمری اسکول جو طلباء کی کمی کے سبب ختم ہونے والے تھے، انہیں اے.ڈی.آئی. نے مسلم آبادی والے

علاقے اباڑ پورہ، کمپو میں پہونچا دیا۔

سہیل کے انتقال سے دو ماہ قبل میں نے ان سے اردو اسکول جو بند کر دیا گیا ہے، اسے کسی مسلم بستی میں پہنچانے کی بات کہی۔ ہم دونوں نے طے کیا تھا کہ ایک وفد کے ساتھ ایجوکیشن ڈائریکٹر سے ملیں گے، مگر یہ کام نہیں ہوسکا۔

میں چاہتا ہوں کہ سہیل کی طرح ہم اردو زبان و ادب کے فروغ میں اور دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ یہی ہوگا ہماری طرف سے سہیل کے لئے سچا خراجِ عقیدت۔ میں اپنی بات اپنے ہی چار مصرعوں پر ختم کرتا ہوں :

موت سب کے لیے ہی لازم ہے
روز دنیا میں لوگ مرتے ہیں
زندہ رہتا نام ان کا مگر
جو بھلائی کے کام کرتے ہیں

ڈاکٹر قمر گوالیاری
مدیر ماہ نامہ "محفل فنکار"
نزد مسجد، لکڑ خانہ،
گوالیار۔ ایم. پی. ۴۷۴۰۰۱

ہر دل عزیز شخصیت: سہیل قریشی

زندگی ایک کتاب ہے، جس کے اوراق سادہ اور بے شمار ہیں، اپنے روز و شب کا حساب درج کرنے کے لئے ہمارے سپرد کردی گئی ہے، یہی ہمارا اعمال نامہ ہے۔ رہبری کے لئے ایک سے زیادہ آسمانی کتابیں نازل کردی گئی ہیں کہ ہم اپنے اعمال کو کتابِ زندگی کے اوراق پر درج کرتے رہیں۔

ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ جب ہمارا لکھا ہوا ہم سے چھین لیا جائے گا اور پھر سارا معاملہ اس پار سے اُس پار کا ہو جائے گا۔

ہمارے دوست سہیل قریشی نے دونوں جہاں کے بیچ کی خلیج کو پار کرلیا اور ہم صدائے غیب کے منتظر ہیں۔ سہیل صاحب نے کچھ اس طرح اپنی کتابِ زندگی کو ترتیب دیا کہ اُس کو دو/۲/ ابواب میں منقسم کیا، ایک دنیا کے لئے اور دوسرا آخرت کے لئے۔ اکثر لوگ آخرت کو بھلا کر زندگی گذارتے ہیں، انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تعلیم کے ذریعہ معاشرے کی اصلاح کا زبردست جذبہ تمام عمر اُن کے سینے میں مچلتا رہا، صرف روزی روٹی کا مقصد کبھی نہیں رہا اور نہ پرنسپل کے عہدے کی دھاک کا عکس ہی اُن کے چال چلن میں کبھی نظر آیا۔ سماج کی خدمت گذاری کے ساتھ ایک مخصوص معاشرے کی لسانی تربیت میں امن و آشتی کے خواب دیکھے، بکھرے ہوئے معاشرے کو یکجا کرنا چاہا، ذہنی صلاحیتوں کا ایک مکمل خاکہ ہمارے سپرد کرکے خود جنت نشیں ہو گئے۔

پارٹیشن کے بعد اُردو کو سہارا دینے والے بزرگ تھے یا چند نوجوان جن ن

تربیت ایسے خاندان میں ہوئی تھی، جہاں علم وادب کے چراغ ابھی روشن تھے۔ دیکھتے دیکھتے وہ بزرگ نہ رہے نہ خاندان جو بجھے ہوئے چراغوں کو ازسرِ نو روشن کر دیں یا اُن کی لَو بڑھا دیں۔ وقار صدیقی صاحب اور اُن کے شاگرد سہیل قریشی (مرحوم) نے کوشش کی کہ ہندی کے ساتھ اُردو کو بھی تعلیمی کورس میں شامل کیا جائے۔ اُن کی کوشش کامیاب بھی ہوئی اور ناکام بھی، ناکام اس لئے کہ وہ خاندان ہی نہیں رہے جو اُردو کو گھر کی رونق سمجھتے تھے۔ پھر بھی سہیل صاحب نے ہمت نہیں ہاری۔ آخری وقت تک اپنے مشن پر قائم رہے۔ اُن کی کتابِ زندگی کے اوراق بتائیں گے کہ اُنھوں نے جو کام بلا تفریقِ قوم وملت انجام دیئے، وہ اظہر من الشّمس ہیں اور جو کام اپنی عاقبت سدھارنے کے لئے انجام دیئے، اُنہیں شریعت کے پردے میں نہاں رکھا۔ تہجّد گذاری، روزہ نماز اور حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کا راز اُن کے اہلِ خانہ اور چند قریبی دوستوں تک محدود رہا یا رکھا گیا۔ وہ شاعر نہیں تھے لیکن برسوں بزمِ اُردو کی نشستوں کی نظامت کا حق نباہتے رہے اور وہ بھی اختر نظمی جیسے ماہرِ فن کی صدارت میں۔ اپنے بڑوں کی خدمت، چھوٹوں سے شفقت، دوستوں سے خلوص، مصیبت زدوں کو سہارا دینا، اُن کی فطرت میں شامل تھا۔

اب تو صرف یادیں باقی رہ گئی ہیں۔ ایک ایسی ہر دل عزیز شخصیت کہ جسے اپنی فکر سے زیادہ اوروں کی فکر نے گھلا دیا۔

شکیل گوالیاری

شاعر و ادیب گوالیار

سہیل بھائی: چند یادیں کچھ باتیں

سہیل بھائی جب بھی ہمارے گھر آتے ، مسکراتے ہوئے دروازے سے داخل ہوتے ۔ وہ خلوص اور ہمدردی کا پیکر تھے۔ ہماری ہر خوشی اور غم کے موقعے پر وہ شریک ہی نہیں ہوتے بلکہ بڑی ذمے داری کے ساتھ ہر کام کوانجام بھی دیتے تھے۔

وقار صاحب نے اپنے مضمون میں اُن کی سماجی خدمات اور اردو کے سلسلے میں اُن کی سرگرمیوں کا ذکر تفصیل سے کردیا ہے، جو قابل قدر اور باعث تقلید ہے۔

سہیل بھائی اپنی سماجی مصروفیات کے باوجود دوسروں کے ذاتی کاموں میں بھی بڑی دل چسپی اور مستعدی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔اُن کی ذات سے وابستہ یادیں اور باتیں مَیں کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتی...

ہماری شادی کے بعد وقار صاحب کے کئی ساتھیوں اور رفیقوں نے ہمیں کھانے پر مدعو کیا لیکن سہیل بھائی نے سب سے پہلے ہمیں بلایا اور ایسی پُر تکلّف دعوت دی، جس کا مزہ مدتوں لطف دیتا رہا۔

ایک بار وقار صاحب سخت بیمار پڑ گئے ۔ سہیل بھائی برابر اُن کی تیمارداری میں مصروف رہے۔وقار صاحب کو کئی ماہ چھٹی پر رہنا پڑا۔ جب حالت کچھ بہتر ہوگئی تو ڈاکٹر نے ڈیوٹی جوائن کرنے کا مشورہ دیا لیکن بیماری کی وجہ سے وہ اتنے کم زور ہو گئے تھے کہ خود اسکوٹر تک چلا نہیں سکتے تھے،مَیں اُن دنوں کو کیسے بھول سکتی ہوں ، جب

سہیل بھائی ہر روز اُنہیں اسکوٹر سے وی.سی. ہائیر سیکنڈری اسکول چھوڑنے جاتے اور واپس گھر لے کر آتے۔ یہ سلسلہ کئی ہفتوں تک چلتا رہا۔

ہمارے تینوں بچوں صحیفہ ، بشریٰ ، عامر کی شادی میں کارڈ تقسیم کرنے سے لے کر کھانا تیار کرانے تک میں ہمیشہ اُن کا تعاون حاصل رہا۔ ایسے فرشتہ صفت انسان اَب کہاں ہیں، جو دوسروں کے کام کو بھی اپنا کام سمجھ کر انجام دیں۔ کبھی کبھی اُن کی اس خوبی کی وجہ سے اُن کی شریک حیات صبیحہ کی ناراضگی جائز محسوس ہوتی تھی۔ کیوں کہ وہ اپنی مختلف قسم کی مصروفیات کی وجہ سے گھر میں کم وقت دے پاتے تھے۔

سہیل بھائی سماجی اور ادبی پروگراموں کی نظامت کا فرض بھی بڑی خوبی سے انجام دیتے تھے۔ پچھلے دنوں خدمت عام کمیٹی کے زیر اہتمام تعلیمی مسائل پر ہوئے سمینار میں انہوں نے ہر مقرر کا تعارف بڑی تفصیل سے کرایا۔ جب وقار صاحب کا نمبر آیا تو انہوں نے اردو کے سلسلے میں اُن کی عمر بھر کی جدو جہد کی داستان بڑے پُر اثر انداز میں بیان کی، کہ کس طرح انہوں نے پرائمری سطح سے لے کر کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک اردو کی تعلیم کے انتظامات کرانے کے لئے تاریخی کردار ادا کیا۔ جس تفصیل سے انہوں نے وقار صاحب کے کارناموں پر روشنی ڈالی، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ صرف اُن کے کاموں کا مشاہدہ ہی نہیں کر رہے تھے بلکہ خود بھی بڑی مستعدی کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر اُن کا ساتھ عمر بھر دیتے رہے۔

ماما کا بازار گرلس ہائیر سیکنڈری اسکول اور پدمارا جے گرلس ہائیر سیکنڈری

اسکول میں بھی اُن کا اور میرا ساتھ برسوں رہا۔ وہ ہر شخص کی خوبیوں اور کامیابیوں پر خوش ہوتے اور سراہتے تھے۔ آفس سے میرے پرموشن کا آرڈر لے کر آئے تو ایسے خوش تھے، جیسے اُن کا خود کا پرموشن ہوا ہو۔ اسی طرح جب پرنسپل کی لسٹ میں میرا نام نکلا تو انتہائی جذبہ مسرت سے اُنہوں نے فون پر مبارک باد دی۔

آج کل یہ بھی ایک دستور سا ہو گیا ہے کہ جو شخص ایمان داری اور محنت سے کام کرتا ہے۔ اسی پر کام کی ساری ذمے داری اور بوجھ ڈال دیا جاتا ہے۔ وہ چاہے اسکول ہو، کالج ہو، یا دفتر ہو۔ سہیل بھائی بھی چوں کہ سنجیدگی اور ذمے داری سے کام کرتے تھے، اسی لئے ہر پرنسپل انہیں پڑھانے کے علاوہ دوسرے دفتری کاموں میں لگائے رہتے تھے لیکن وہ بڑی خندہ پیشانی سے ہر کام کو انجام دیتے رہتے تھے۔

اسٹاف کا ہر فرد اُن کے اخلاق اور مروّت کا قائل تھا۔ مجھے تو ہمیشہ بھائی جیسی ہمت اُن سے ملتی رہی۔

خدا اُن کی مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

ایسی دعا کے علاوہ اَب ہم اور کیا کر سکتے ہیں۔

زیب النساء
رٹائرڈ لیکچرار
شعبۂ حیاتیات
گورنمنٹ پدماراجے گرلس ہائیر سیکنڈری اسکول، گوالیار

گوالیار کا سہیل غروب ہو گیا

گوالیار کے مشہور و مقبول سماجی ورکر اور محبّ اردو سہیل کے غروب ہو جانے سے، یہاں کی سماجی اور ثقافتی زندگی میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا، جس کا پُر ہونا، ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، کیوں کہ فرقہ وارانہ کشیدگی اور فسادات کے باعث ۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۷ء میں ہی یہاں کی مسلم آبادی بالخصوص تعلیم یافتہ درمیانی طبقے کو بھوپال اور دیگر مقامات میں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ گنتی کے چند خاندان جو اس وقت گوالیار کو خیر آباد نہیں کہہ سکے، اُن میں سہیل احمد قریشی کے والد شہزاد احمد قریشی بھی ایک تھے۔ اُس وقت گوالیار کا ماحول اتنا پراگندہ تھا کہ عید میلاد النبیؐ کے جلسے کا انعقاد ہونا بھی بند ہو گیا تھا۔ تب شہزاد صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے بڑے حوصلے اور ہمت کے ساتھ غالباً ۱۹۵۰ء سے بارہ وفات پر جلسہ عید میلاد النبی کا اہتمام کرنے کا آغاز کیا۔ اُس وقت یہ جلسہ لشکر میں جیواجی چوک کے ٹاؤن ہال میں ہوتا تھا۔ جس میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو حضرات بھی قابل لحاظ تعداد میں شرکت کرتے تھے۔ ۱۹۸۲ء میں ایک بَس حادثے میں شہزاد احمد کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی وفات کے بعد سے اب تک سہیل ہر سال اس فریضے کو انجام دیتے رہے۔ میرے مشورے پر وہ ہر بار ایسے مقررین کو مدعو کرنے لگے تھے جو عصری حالات کی روشنی میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر روشنی ڈالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

۶ رجون ۱۹۴۴ء کو سہیل نے گوالیار میں آنکھیں کھولیں۔اُن کے والدین خوب رو تھے۔سہیل جب پیدا ہوئے تو وراثت میں حسن بھی پایا۔غالباً اسی رعایت سے انہیں گھر میں شہنشاہ پکارا جانے لگا۔لیکن شہنشاہ نے جب ہوش سنبھالا اور گردو پیش کے حالات اور خصوصاً غریب مسلمانوں کی حالتِ زار کو دیکھا تو انہوں نے عوام سے اپنا رشتہ جوڑا۔اُن کے سامنے مرحوم مقبول احمد خاں جیسے جاں باز محبّ وطن کی مثال بھی تھی جو آزاد ہند فوج میں سبھاش چندر بوس کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملا کر میدانِ کارزار میں اتر پڑتے تھے اور اب گوالیار آ کر پرچار سوشلسٹ پارٹی کے سرکردہ لیڈروں میں سے ایک تھے اور ایک اچھے سوشل ورکر بھی۔علاوہ ازیں راقم الحروف کا ساتھ بھی ہو گیا تھا، جو پڑھنے پڑھانے کے علاوہ ٹریڈ یونین تحریک اور مارکسی کمیونسٹ پارٹی سے وابستہ رہا۔سہیل نے میرا اثر خاص طور سے قبول کیا۔کیوں کہ میری طرح وہ بھی اب ٹیچر ہو گئے تھے اور اکثر ٹیچرس اور ملازمین کی جدوجہد میں بھی شریک ہونے لگے تھے۔اسی طرح اردو کے تعلق سے بھی وہ مجھ سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے اردو کے فروغ و بقا کی راہ میں میرے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔حالاں کہ وہ سائنس کے طالب علم تھے لیکن اردو سے اُن کا تعلق گہرا ہوتا چلا گیا۔انہوں نے اردو کی تعلیم کا مسئلہ ہو یا مردم شماری کے وقت مادری زبان کے خانے میں اردو لکھوانے کی تحریک ہو یا کسی ادبی جلسے یا کانفرنس کا اہتمام۔غرض کہ وہ اردو کے ہر کام میں پیش پیش رہتے تھے۔ ۱۹۸۴ء میں جب میرا تبادلہ دتیا ہو گیا، تب سے وہ انجمن ترقی اردو

کی گوالیار شاخ کے جنرل سکریٹری کا فرض انجام دیتے رہے۔اس کے علاوہ وہ گوالیار کی صد سالہ قدیم ادبی تنظیم ' بزم اردو ' کے سکریٹری بھی ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۲ء تک رہے۔اختر نظمی صاحب کی صدارت کے دوران وہ بزم کی ماہانہ نشستوں کی نظامت کے فرائض بھی انجام دینے لگے۔اس طرح انجمن ترقی اردو کے جلسوں اور بزم اردو کی شعری نشستوں کی نظامت نے اُن میں ایسی خوداعتمادی پیدا کردی تھی کہ وہ کسی بھی ادبی، سماجی و ثقافتی پروگرام کی نظامت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دینے لگے۔آزادی سے پیش تر جس گوالیار کا شمار اردو کے'' ادبی نخلستان ''میں ہوتا تھا اور جو تقسیم ملک کے بعد ریگستان سا ہو گیا تھا۔اُس میں سہیل احمد قریشی اور اُن سے پہلے اسلام الدین قریشی جیسے اردو کے بے لوث خدمت گزاروں کا پیدا ہونا، کسی کرشمے سے کم نہیں تھا۔مرحوم، اسلام الدین کا تبادلہ بھوپال ہو گیا تھا،اُن کے جانے کے بعد اردو کی باگ ڈور سہیل نے سنبھالی۔اسلام الدین ایک مہلک بیماری کا شکار ہوکر ۵/اگست ۱۹۸۵ء کو انتقال کر گئے۔

آج سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل سہیل احمد ایک نجی کام سے اپنے بڑے بیٹے تسمیر قریشی کے پاس بھوپال گئے۔وہاں پہنچ کر بخار میں مبتلا ہوئے۔جانچ کرانے پر معلوم ہوا کہ بلڈ کینسر کا شکار ہیں۔لہٰذا بھوپال کے جواہر لال نہرو کینسر اسپتال میں داخل کردیا گیا لیکن مرض لا علاج ہو چکا تھا اور ڈیڑھ ماہ کی قلیل مدت میں چٹ پٹ ہو گئے۔۲/جولائی ۲۰۱۷ء کو آخری ہچکی لی۔اُن کا جسد خاکی گوالیار لایا گیا اور ۳/

جولائی کو صبح ۹ بجے یہاں کے مشہور قبرستان حسن خاں کے باغیچے میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اُن کے جنازے میں شہر کے مختلف طبقوں کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کر کے انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ اب گوالیار جیسی جگہ میں اردو کا ایسا عاشق کب ہوگا؟ کہا نہیں جا سکتا...

اردو سے لگاؤ اور دلچسپی کے سبب سہیل نے بحیثیت ٹیچر امیدوار اردو میں ایم.اے.کے امتحان میں شرکت کر کے ڈگری حاصل کی اور گوالیار کے پدما ودیالیہ میں اردو کے لکچرار کی حیثیت سے درس وتدریس کی ذمے داری قبول کی۔ بعد میں شوپوری ضلع میں ہائی اسکول کے پرنسپل کی پوسٹ سے رٹائر ہوئے۔ رٹائرمنٹ کے بعد وہ حج کرنے گئے لیکن بغیر کسی پبلی سٹی کے۔ اس خاموشی کے ساتھ کہ گھر کے علاوہ مشکل سے دو ایک حضرات کو ہی اس کی اطلاع ہوگی۔ ہر کام میں اُن کا رویہ ایسا ہی تھا۔ اُن کے کردار کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ کبھی کوئی کام نام ونمود اور صلہ وستائش کی غرض سے نہیں کیا۔ ہر وقت اور ہمیشہ بے لوث خدمت خلق میں مصروف رہے۔

سہیل کی سرگرمیوں کا دائرہ محض اردو کی تعلیم وترقی تک محدود نہیں تھا۔ سماجی اصلاح کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے چند نوجوانوں (جن میں اُن کے علاوہ عبدالجمیل قریشی ، ظہیر صدیقی اور احتشام انور وغیرہ شامل تھے) نے 'انجمن فلاح عام' کی تشکیل ۱۹۷۰ء میں کی، جس کے زیر اہتمام "عید ملن" کے جلسے منعقد کئے گئے، جن میں قومی یک جہتی، بھائی چارے اور امن وسکون کی ضرورت

اور اہمیت پر زور دیا جاتا تھا اور شہر کی مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنما اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ اسی تنظیم کے تحت کمپو کے قبرستان کی باؤنڈری کی دیوار تعمیر کرانے کے لئے دوڑ دھوپ کی گئی۔ اُس زمانے میں مقبول احمد خاں (جو انجمن فلاح عام کے سرپرست تھے اور اُس علاقے کے پارشد بھی تھے) نے قبرستان کی دیوار تعمیر کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی طرح دیگر سماجی مسائل کے بارے میں سہیل ہمیشہ فکرمند رہے اور انہیں حل کروانے کی جستجو میں سرگرداں رہتے۔ انہوں نے وقف بورڈ کے سکریٹری کے فرائض بھی بڑی ذمے داری کے ساتھ ادا کئے۔ اُن کی تگ ودو کا دائرہ اجتماعی مسائل تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ ہر خاص و عام کے نجی دکھ ، درد اور خوشی و غم میں وہ ہمیشہ شریک ہوتے اور اسے بانٹ لیا کرتے تھے۔

میرے ساتھ کام کرنے میں سہیل میاں کو اکثر ڈانٹ ڈپٹ کا سامنا کرنا پڑتا، کیوں کہ شکایت اسی سے ہوتی ہے ، جو کام کرتا ہے۔ لیکن سہیل نے کبھی پلٹ کر جواب نہیں دیا ، نہ بُرا مانا ، نہ روٹھ کر گھر بیٹھ گئے۔ بلکہ جب ملے تو یوں لگا ، جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ میری ہاں میں ہاں ملاتے رہے ، بلکہ اختلافِ رائے کے موقعے پر وہ جواب دینا بھی جانتے تھے۔ لیکن نرم لہجے میں۔

سہیل نہایت منکسر المزاج ، باخلاق ، فرض شناس ، محبّت اور رواداری کی مثال ، بے لوث سماجی خدمت گزار اور زبان و ادب کے پرستار تھے۔ یہ ایسی خوبیاں ہیں ، جو انہیں مدتوں زندہ رکھیں گی۔ مَیں اس تحریر کو اپنے ایک شعر پر ختم کرتا ہوں :

دوسروں کے جو کام آتا تھا
نام اس کا ہر اک زبان پہ ہے

وقار صدیقی
صوبائی سکریٹری مدھیہ پردیش
انجمن ترقی اردو (ہند)
۱۰۳ ارگارڈن ہوم، فیس تھری،
الکاپوری، گوالیار۔ ایم. پی. ۴۷۴۰۱۱

منظوم خراجِ عقیدت

خراجِ عقیدت: سہیل صاحب

محبتوں کا پتا تھے اپنے سہیل صاحب
وہ کہکشانِ وفا تھے اپنے سہیل صاحب

نہ کوئی لالچ نہ کچھ بڑائی نہ خود نمائی
شہر میں سب سے جدا تھے اپنے سہیل صاحب

غرور کے جو کروڑوں سورج کو مات دے دے
خلوص کی وہ ضیاء تھے اپنے سہیل صاحب

زبانِ اہلِ ادب سے پیہم نکلنے والی
وہ اک مجسّم دعا تھے اپنے سہیل صاحب

فروغِ اردو کی روشنی میں جو تھے درخشاں
زباں کا روشن دیا تھے اپنے سہیل صاحب

جو شہر بے حس میں گونجتی تھی گلی محلے
وہ علم کی اک صدا تھے اپنے سہیل صاحب

سخاوتوں کا امام بن کر جو جلوہ گر تھے
وہ آبروئے انا تھے اپنے سہیل صاحب

تم ہی نہیں ہو اکیلے عامرؔ شریک الفت
وہ سب پہ یکساں فدا تھے اپنے سہیل صاحب

عامرؔ فاروقی
۳۰۱ ر گارڈن ہوم، فیس تھری،
الکاپوری، گوالیار۔ ایم. پی. ۴۷۴۰۱۱

قطعہ

بکھرا کے وہ تو ذات کی خوش بو چلا گیا
کر کے نمایاں اُنس کے پہلو چلا گیا
اب صبر بھی کریں تو کہاں تک کریں کلیم
پھر آج ایک مونسِ اردو چلا گیا

(ڈاکٹر) وجے کلیم

جذباتِ دل

وہ شخص اچھا سہیل احمد
تھا خوش نظارا سہیل احمد
ہے ہم میں زندہ سہیل احمد
سہیل احمد سہیل احمد

محبّتوں کے ہی ارتقا میں
گزرتی جس کی تھیں صبحیں شامیں
وہ چاہتا تھا خوشی فضا میں
سہیل احمد سہیل احمد

فروغِ اردو زباں کے حق میں
بلندیوں پر تھیں جس کی نظریں
مثال جس کی ہوئی ہیں باتیں
سہیل احمد سہیل احمد

تھے ساتھ جس کے ملن کے منظر
وہ تھا جو اندر وہی تھا باہر
وہ مردِ مومن وفا کا پیکر
سہیل احمد سہیل احمد

خلوص جس میں تھا سب کی خاطر
وہ نیک عمل میں نہیں تھا قاصر
وہ اچھے کاموں میں رہتا حاضر
سہیل احمد سہیل احمد

وہ شخص ہم سے جدا ہوا ہے
عزیز سب کا ہی جو رہا ہے
وہ عمر خوبی سے جی گیا ہے
سہیل احمد سہیل احمد

ڈاکٹر قمر گوالیاری
مدیر ماہنامہ 'محفل فنکار'
نزد مسجد، لکڑ خانہ،
گوالیار۔ ایم. پی. ۴۷۴۰۰۱

قطعہ

بیادمرحوم سہیل قریشی

موت برحق ہے یہ سنتے آئے تھے مدت سے ہم
لوٹ کر جانے کا آخر اعتبار آ ہی گیا
چل دئے سنتے ہی اذن واپسی مسٹر سہیل
زندگی کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

قاسم رسا
اینچ. کے. بی. اردولائبریری
۴۳رفورٹ ویوکالونی، کوٹیشوررروڈ،
گوالیار۔ایم. پی ۴۷۴۰۱۲

تاثرات

''گوالیار میں طالبات کی تعلیم کے لئے
اسکول سے کالج تک اردو تعلیم کی سہولت
ہے لیکن طلباء کی اردو تعلیم کے لئے نہ کوئی
اسکول ہے اور نہ ہی کالج۔ سہیل صاحب
اسی بات کی فکر کرتے ہوئے عملی طور پر
کوششیں کر رہے تھے۔ اُن کے انتقال
کے بعد اس ادھورے کام کو ہم سب کو مل کر
مکمّل کرنا ہے''

نیاز محمد

چیئر مین مائنارٹی سیل مدھیہ پردیش

''سہیل قریشی صاحب سے بہت سی
یادیں وابستہ ہیں۔ بس اتنا کہنا چاہتا
ہوں کہ ہم سب مل کر اُن کے سپنوں کو
پورا کریں''

آر. ایل. ساہو

گوالیار۔ ایم؛ پی.

''سہیل صاحب بھول جانے والی شخصیت
نہیں ہیں''

ڈاکٹر کے۔کے۔تیواری

آرتھوسرجن، گوالیار۔ایم۔پی۔

'' میرا اور سہیل صاحب کا رشتہ جذبات
کی ہم آہنگی کا تھا ''

ناظم صدیقی

گوالیار۔ایم۔پی۔

''سہیل قریشی صاحب نے کبھی صبر کا
دامن نہیں چھوڑا۔ایام علالت میں جب وہ
بھوپال میں زیر علاج تھے،اُن نازک
حالات میں بھی اُن کا صبر دیکھنے لائق تھا''

شوکت علی

صدر

مسجد کمیٹی،عیدگاہ،گوالیار۔ایم۔پی۔

”سہیل قریشی کئی خوبیوں کے مالک تھے“

شیخ عبدالغنی

گوالیار

” پڑوسی کی حیثیت سے وہ میرے مشفق تھے “

ایڈوکیٹ عتیق اللہ خان

پچھور، ضلع ڈبرا

حال مقیم گوالیار

” وہ میرے دوست تھے، ہم درد تھے، بیماری ہو یا مشکل حالات ہوں فوراً دست گیری فرماتے تھے “

حاجی مصطفیٰ خان

گوالیار۔ ایم۔ پی۔

"سہیل صاحب سے اگرچہ کوئی خونی رشتہ
نہیں تھا لیکن ایک پڑوسی کے روپ میں
اُن سے دل کا رشتہ تھا۔ اصل رشتے داروں
سے بڑھ کر ایک شفیق بزرگ کی طرح
انہوں نے ہماری رہنمائی کی۔ ان کی
عادات واطوار، شب وروز کے معمول اور
وقت کی پابندی نے ہمیں وقت کا پابند
بنادیا۔ آج کے ماحول میں ایسے
کرداروالوں کی سخت ضرورت ہے"

ثناءاللہ خان
مہمان اسسٹنٹ پروفیسر
گورنمنٹ ڈبرا کالج
حال مقیم گولیار۔

" تدریس کے میدان میں مرحوم بہترین
استاد تھے "

ڈاکٹر شبنم جاوید خان
گوالیار

'' سہیل صاحب کی صورت میں ہم نے
اردو ادب کے ایک مجاہد کو کھو دیا ہے ''

کادمبری آریہ
مدرسہ و شاعرہ، گوالیار

'' ہمارے ماموں جان کی زندگی سے جڑی
بے حساب ، بے شمار باتیں ہیں ، جنہیں
بھول پانا مشکل ہے۔ بطور خاص ہمارے
والد کی طرح ہماری زندگی کو اصولوں کی
اہمیت اور وقت کی پابندی سے روبرو کرایا
اور آخری وقت میں ہمارے ساتھ رہ کر اُن
کا یہ سبق دے جانا کہ اللہ کی مرضی میں
بندے کی رضا ہے۔ صبر و شکر ہی نیک شخص
کی پہچان ہے۔ ایسے لوگ کم یاب ہوتے
ہیں''

شہناز سعید (بھانجی)
بھوپال

''ایک ڈاکٹر کا گھر والوں کا علاج کرنا بڑا
مشکل مرحلہ ہوتا ہے اور اگر رشتہ داماد
اور ماموں سسر کا ہوتو مزید مشکل ...لیکن
مریض کی صورت میں آج تک کوئی اتنا
زندہ دل شخص نہیں دیکھا کہ ہزار تکلیف
کے باوجود صبر وتحمل کو نہیں چھوڑا۔علاوہ
ازیں اُن کی محبّت ،ہمدردی،خلوص اور
ہدایات کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا''

ڈاکٹر محمد سعید قریشی

جواہر لعل نہرو ہاسپیٹل ،بھوپال

''سرزمین گوالیار سے ضلع وقف بورڈ کمیٹی
کے فعال رکن ،بغیر کسی نفع وطمع کے بے
لوث خدمت کرنے والے سہیل احمد
صاحب کی خدمات کو سلام''

محمد عرفان قریشی

اندور

"علم کی شمع روشن کرنے والے، علم وادب
کو زندہ رکھنے والے جسم چھوڑتے ہیں لیکن
اپنے کاموں سے زندہ رہتے ہیں"

انجم آراء

مدرسہ، حراء کونوینٹ اسکول، آپا گنج، گوالیار

"بزم اردو کی رونقیں سہیل صاحب کے
دم قدم سے تھیں"

سنیتی بیس

شاعرہ، گوالیار

"ادبی نشستوں اور تقاریب میں متوازن
نظامت کے لئے سہیل صاحب ہمیشہ یاد
کئے جائیں گے"

رشمی صبا

شاعرہ، گوالیار

''سہیل صاحب کی صورت میں اللہ نے
مجھے ایک ہمدرد بھائی عطا کیا، میں مالک کا
شکرگزار ہوں ۔وہ بہت جلد ہم سے جدا
ہو گئے ،اللہ سے دعا ہے کہ انہیں کروٹ
کروٹ جنت الفردوس میں جگہ مرحمت
فرمائے''

خالد کبریہ قدوسی (بہنوئی)
سابق سینئر ڈیویژنل ڈائرکٹر
ایم. پی.ای. بی. گوالیار

''خاموش رہ کر زندگی کے اہم فیصلے لینے کا
طریقہ سکھا کر،اصولوں کو مہکا کر آپ کا
خاموشی کے ساتھ چلے جانا،اللہ کی قدرت
نہیں تو اور کیا ہے''

منیب کبریہ (بھانجہ)
دبئی،عرب امارات

" سہیل صاحب سے چند ملاقاتیں
ہوئیں یوں لگا جیسے برسوں کی شناسائی
ہو۔میں اُن کی ادبی خدمات کا قائل
ہوں۔سہیل صاحب کے روپ میں ہم
نے گوالیار کے ایک اہم ادبی خادم کو کھو دیا
ہے "

پروفیسر سنجے سورنکار

شعبۂ تاریخ،سکریٹری
گورنمنٹ کملاراجا گرلس پی.جی.آٹو نامس کالج،گوالیار
ڈائریکٹر سینٹرل انڈین ہسٹورکل فاؤنڈیشن،گوالیار۔
ایم.پی.

" سہیل صاحب سے مختلف رشتے قائم
تھے۔بڑے بھائی کی طرح محبّت کرنے
والے،بزم اردو کے سکریٹری کی حیثیت
سے ادبی نشستوں اور محفلوں سے جڑنے

والے، جوڑنے والے، دوستوں کی طرح
خوشی اور غم کے موقعوں پر ساتھ دینے
والے، ہمدرد انسان تھے۔اُن کی نظامت
سے نئے شاعروں کو بڑی تقویت ملتی
تھی۔گویا ستھری ،نکھری اور سچی نظامت
کرتے تھے ''

اٹل اجنبی

شاعر، گوالیار

'' سہیل صاحب کے ساتھ یادوں کا
ایک کارواں جڑا ہوا ہے۔ایک طویل
داستان ہے ،جس کی ہر کڑی دلچسپ
ہے۔ بزم اردو ، سماجی خدمات ، خلوص ،
اردو دیوانگی اور بہت کچھ...کام ،
خصوصیات ، یاد آتی ہیں۔ خاص طور پر اُن

کی نظامت میں کمزور شاعر بھی اپنے آپ
میں تقویت محسوس کرتا تھا ''

مدن موہن مشرا دانش
شاعر، پروگرام آفیسر
آکاش وانی ریڈیو، گوالیار

'' سہیل قریشی صاحب فقیر صفت انسان
تھے۔ بڑی جان دار اور شان دار شخصیت
کے مالک تھے۔ اردو کے لئے انہوں نے
بہت سے کام انجام دیئے، جسے یاد کیا جاتا
رہے گا ''

پردیپ چوبے
طنز و مزاح نگار شاعر گوالیار

" ایک نہایت ہمدرد ،اردو دوست اور
سادہ لوح سہیل بھائی۔ہماری دوستی کا
اثاثہ، پروگراموں کے بہترین اینکر ...
چندسال قبل چمبر میں قرآن اور سائنس پر
ایک نایاب پروگرام کرایا۔اردو کے محافظ
اور مشتہر۔
سہیل بھائی کو روحانی سلام اور اللہ انہیں
جنت الفردوس عطا کرے"

ہلال الدین احمد

رٹائرڈ جج، گوالیار

Yaad-e-Suhail Qureshi

Edited by :
Dr. Waseem Iftekhar Burhanpuri

Published by :
Central Indian Historical Research Foundation, Gwalior (M.P.)